بہادر یار جنگ کا تاریخ ساز کردار

(مضامین کے آئینے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(1)

تیسیر نظر مجموعے میں "ہاشم رضا کی ڈائری" سے

اخبار جہان پاکستان کے (2) جسارت کراچی کے

بہادر یار جنگ ایڈیشن میں شائع شدہ مضمون (3) اخبار مشرق

کراچی کا مضمون "نواب بہادر یار جنگ کی آواز"

(4) (5) جناب سید شاہ معین الدین قشیقی کا ایک مسودہ اور ایک عنوان

مضمون (6) اسلامی انسائیکلو پیڈیا مرتبہ سید قاسم محمود

مقام اشاعت لاہور سنہ ۱۹۸۴ اشاعت میں صفحہ ۳۱۸ تا ۳۸۹

میں نواب صاحب پر شائع شدہ مواد (7) شہر کراچی کے ایک

بیان فردوس الدین کا (8) بیگم امروہوی

کا ... (9) مسلم لیگ کا اجلاس لاہور

اور بہادر یار جنگ کا ... تاریخ ساز مرداد

محمد احمد خان کا مضمون (10) بہادر یار جنگ - فکر اقبال کا پیکر

(11) کے زیر عنوان ایک مضمون " بہادر یار جنگ اعتدال

کی تعلیم و تبلیغ ان کی زندگی کا نصب العین تھا

کے زیر عنوان ابو منظور شیخ احمد کا مضمون ۔

مجلہ اصفیہ ... شریف کتاب ہیں ۔

نواب بہادر یار جنگ

جنہوں نے ہر قدم قائد اعظم کی رہنمائی میں بڑھایا

وہ تقریر کے ہی نہیں ــــ تحریر کے بھی بادشاہ ــــ تھے

ہاشم رضا کی ڈائری سے

۲۵ جون کو بہادر یار جنگ اکیڈمی کی جانب سے یوم بہادر یار جنگ منایا گیا جس میں برصغیر کے مشہور قائد اور شعلہ بیان مقرر اور ادیب نواب بہادر یار جنگ کو اہل کراچی نے بڑی تعداد میں خراج عقیدت پیش کیا۔ جن مقررین نے مرحوم کی شخصیت اور خدمت پر تقریریں کیں۔ ان کے اسماء گرامی حسب ترتیب یہ ہیں: جناب ابراہیم جلیس جناب ممتاز حسن، مولانا عبدالحامد بدایونی، جناب قاضی اکبر، جناب جی الانہ اور محترمہ بیگم فاطمہ آئس اللہ

نظم میں خراج عقیدت جناب ارشاد الحق قدوسی اور جناب حبیب خیرآبادی نے پیش کیا۔ اہل بزم نے مرحوم کی یاد سے والی آواز بھی سنی جس کے لئے ٹیپ ریکارڈ کے ممنون ہیں۔ میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ دکن کی مردم خیز سرزمین سے یوں تو بہت سی معروف شخصیتیں ابھریں۔ لیکن جن تین شخصیتوں نے مجھے متاثر کیا، وہ ولی دکنی، ٹیپو سلطان اور بہادر یار جنگ تھے۔ بہادر ٹیپو سلطان کے مزار پر جب سلطانوں کا ایک بہادر سپاہی حاضر ہونے کے لئے پہنچا یعنی مولانا محمد علی جوہر، تو مزار پر انھوں نے یہ شعر پڑھا ہے

فلک نے اس شجاعت کے بے بہا جوہر
ادھر ادھر کو دیا خدائی ساری ادھر
وہ کیا سبب کہ نہ ہو جس کا آسمان یاور
شکست و فتح بھی مختار مقتدر پر
مجھ اس میں شک نہیں اس نوجوان نے خوب کیا
مقابلہ کیا مرے پہلوان نے خوب کیا

اس نوجوان کا مشن ادھورا رہ گیا تھا۔ دکن کے ایک دوسرے نوجوان یعنی بہادر یار جنگ نے آگے بڑھایا۔ لیکن حسرت کہ چالیس برس کی عمر ختم ہونے سے پہلے ہی بہادر یار جنگ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور زندگی کے اس قلیل عرصے میں انھوں نے ...

میں نے ڈاکٹر عبدالحی، معتمد بہادر یار جنگ اکیڈمی کی تحریک صدارت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں اسے بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں کہ بہادر یار جنگ جیسے یگانہ روزگار کی ۲۴ ویں برسی کے جلسے کی صدارت کروں۔ میں نے کہا کہ اس جلسے میں بہت سے ایسے حضرات ہیں جو علم اور فضل اور دانش میں مجھ سے کہیں زیادہ اس عزت کے اہل ہیں لیکن اگر صدارت کی شرط یہ ہو کہ مرحوم سے سب سے زیادہ ارادت کسی کو تھی تو اس میدان میں میں کسی سے پیچھے نہیں ہوں گا بلکہ شاید سب سے آگے ہی رہوں۔ میں مرحوم کو میں نے صرف ایک مرتبہ دیکھا تھا۔ ۱۹۴۳ء میں وہ آل پاکستان مسلم لیگ کے سیشن میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے تھے لیکن ان کو ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد ہزاروں مرتبہ ان کی تصویر میری آنکھوں میں گھومی ہے۔ ایک ہی پلیٹ فارم پر ان کا اور قائد اعظم کا ساتھ قران السعدین کے مترادف تھا۔ ایک آفتاب تھا اور ایک ماہتاب۔ میری آنکھوں نے پھر ایسا جلوہ نہیں دیکھا۔ ہمارے رسول کریمؐ کی شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے انگریزی تاریخ داں گبن نے لکھا تھا کہ منجملہ اور صفات کے رسول کریمؐ کو اللہ نے ذاتی وجاہت سے نوازا تھا اور یہ وہ صفت ہے جس کی ہر کوئی تعریف کرتا ہے سوائے اس کے جو اس سے محروم ہو۔ رسول کریمؐ کے غلاموں میں قائد اعظم محمد علی جناح اور قائد ملت، بہادر یار جنگ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے وجاہت کی صفت سے نوازا تھا اور یہ وہ صفت ہے جس پر "تا نہ بخشد خدائے بخشندہ" والی مثل صادق آتی ہے۔

مسلم لیگ کے عام سیشن میں قائد اعظم اس رات مغربی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ اور میں نے بہت کم ایسے انگریز دیکھے ہیں جن پر مغربی لباس قائد اعظم سے بہتر سجتا ہی نظر آیا ہو۔ بہادر یار جنگ مشرقی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، شیروانی چوڑی دار پاجامہ اور اونچی ٹوپی۔ دونوں کے قد بلند تھے۔ دونوں سرخ و سفید تھے۔ جیسا زور خطابت انگریزی میں قائد اعظم نے انگریزی میں دکھایا ویسا ہی زور خطابت اردو میں بہادر یار جنگ نے دکھایا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ دونوں کا دل اور دماغ ایک تھا۔ ایسی ہم آہنگی اس زمانے کے برصغیر ہند و پاکستان کے دو عظیم لیڈروں میں مشکل سے دیکھنے میں آئی تھی۔

بہادر یار جنگ کی ناگہانی موت کی خبر نے سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو تڑپا دیا۔ جیسے کہ مسلمانوں پر بجلی گر گئی ہو۔ تو ان کا دل جاتا ...

جب تک کہ میں تھا غرور تھا یہ تھا حسن بیان کا
پھر کچھ خبر نہیں کہ مرے بعد کیا ہوا

انھوں نے جس بات کا ذکر مجھ سے کیا اس کی تصویر مرزا یاس یگانہ نے اس شعر میں کھینچی ہے۔ ہے

جانا زمین پہ گلشن نے بھی وہ ٹھاٹھ باٹھ جوں
ٹوٹ کر شیشہ فلک سے گرا تا چپا!

غالب نے بھی انھی جیسے جی ہی مرنے والے کو دیکھ کر یہ شعر کہا ہوگا۔ ہے

ایک ہنگامہ نفس میں کر گئے اوروں ذات میں
پڑی ہے آنکھ قسمت شیدائی بے خودی کی!

ان کی زندگی وہی تھی جو ایک مرد مومن کی ہونی چاہیئے۔ دل میں خدا کا خوف تھا، سینے میں عشق رسول تھا اور دماغ میں ہر وقت ملت اسلامیہ کی خدمت کی تڑپ۔ ان کی اولین شہرت کا سبب ان کی وہ تقریریں تھیں جو انھوں نے عید میلاد النبیؐ کے سلسلے میں پہلے حیدرآباد اور پھر سارے ہندوستان میں کیں۔ ان کو سننے کا اتفاق برصغیر ہندوستان و پاکستان کے رہنماؤں کے سلسلہ کو ہوا، اور پیغام الاول کے مہینے میں ان کے لئے مشکل ہو جاتی تھی کہ کہاں جائیں۔ اور کہاں نہ جائیں کیونکہ ہر شہر اور ہر قریہ کے مسلمان ان کی تقریر سننے کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ تبلیغ اسلام کی خدمت کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں غیر مسلموں کو اسلام کے دائرے میں لے آئے۔ انھوں نے مجلس اتحاد المسلمین میں روح پھونک دی اور اس کو ایک ملت بنا دیا۔ پھر انھوں نے اپنے باپ دادا کی جاگیر پر لات مار دی جو ریاست حیدرآباد کے متعدد جاگیرداروں سے کہیں بڑی تھی، اپنے حسن انتظام سے انھوں نے اپنی جاگیر کے وسائل کو بڑھایا اور اپنے والد کا قرضہ ادا کر دینے کے بعد جاگیر کی آمدنی کو بڑھایا۔ بہت سے حلقوں نے لیڈر اور اپنے بال و مال کے لئے مگر ان کی تحقیق سارا ... کرتے رہے اور دوست احباب کی خاطر کے بعد وہ اپنے مال پر سارے سال یہ عزت ... کرتے تھے۔ حضرت ... گیارہ جاگیریں ... حسب ... نواب بہادر یار جنگ سے بہادر خاں ہونے ... تھیں ... کو ...

وہ تقریر کے ہی نہیں ——— تحریر کے بھی بادشاہ ——— تھے

ہاشم رضا کی ڈائری سے

۲۵ جون کو بہادر یار جنگ اکیڈمی کی جانب سے یوم بہادر یار جنگ منایا گیا جس میں برصغیر کے مشہور رہنما اور شعلہ بیان مقرر اور ادیب نواب بہادر یار جنگ کو اہل کراچی نے بڑی تعداد میں خراج عقیدت پیش کیا. جن مقررین نے مرحوم کی شخصیت اور خدمت پر تقریریں کیں. ان کے اسمائے گرامی بالترتیب یہ ہیں: جناب ابراہیم جلیس، جناب ممتاز حسن، مولانا عبدالحامد بدایونی، جناب قاضی اکبر، جناب بی اے ڈار اور محترمہ بیگم شائستہ اکرام اللہ. نظم میں نذرانہ عقیدت جناب ارشاد الحق قدوسی اور جناب جوش ملیح آبادی نے پیش کیا. اہل بزم نے مرحوم کی تڑپا دینے والی آواز بھی سنی جس کے لئے ہم ٹیپ ریکارڈ کے مرہون منت ہیں. میں نے اعتراف کیا کہ دکن کی مردم خیز سرزمین نے بہت سی معروف شخصیتیں ابھریں. لیکن جن تین شخصیتوں نے مجھے متاثر کیا وہ دکن کے ٹیپو سلطان اور بہادر یار جنگ تھے، بہادر ٹیپو سلطان کے مزار پر جب مسلمانوں کا ایک بہادر سپاہی لا کھڑے پہنچا یعنی مولانا محمد علی جوہر، تو مزار پر انھوں نے یہ شعر کہا ہے

> دکھائے اس نے شجاعت کے بے بہا جوہر
> ادھر وہ کھڑا تنہا خدائی ساری اُدھر
> وہ کیا گیا کہ جو جس کا آسمان یاور
> شکست و فتح تھی مقدر مقدر پر

کچھ اس میں شک نہیں اس نوجوان کا خوب کیا مقابلہ تو برے پہلوان نے خوب کیا اس نوجوان کا مشن ادھورا رہ گیا تھا. دکن کے ایک دوسرے نوجوان یعنی بہادر یار جنگ نے آگے بڑھایا، لیکن صد حیف کہ چالیس برس کی عمر ختم ہونے سے پہلے ہی بہادر یار جنگ نے داعی اجل کو لبیک کہا. زندگی کے اس قلیل عرصے میں انھوں نے وہ کارہائے نمایاں کئے جن کی یاد صدیوں قائم رہے گی.

میں نے ڈاکٹر عبدالغنی، معتمد بہادر یار جنگ اکیڈمی کی تحریک صدارت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں اسے بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں کہ بہادر یار جنگ جیسے یگانۂ روزگار کی ۶۴ ویں برسی کے جلسے کی صدارت کروں، میں نے کہا کہ اس جلسے میں بہت سے ایسے حضرات ہیں جو علم اور فضل اور دانش میں مجھ سے کہیں زیادہ اس شرف کے اہل ہیں لیکن اگر صدارت کی مسند اس کو ملی جو مرحوم سے سب سے زیادہ ارادت رکھتی تھی تو اس مجمع میں کسی سے پیچھے نہ رہوں گا بلکہ شاید سب میں پیش پیش رہوں. مرحوم کو میں نے صرف ایک مرتبہ دیکھا تھا. ۱۹۴۳ء میں وہ آل پاکستان مسلم لیگ کے سیشن میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے تھے لیکن ان کو ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد ہر آدمی مرتبہ ان کی تصویر میری آنکھوں میں گھوم رہی ہے. ایک ہی پلیٹ فارم پر ان کا اور قائد اعظم کا ساتھ قران السعدین کے مترادف تھا. ایک آفتاب تھا اور ایک ماہتاب، میری آنکھوں نے پھر ایسا جلوہ نہیں دیکھا. ہمارے رسول کریم کی شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے انگریزی تاریخ دان گبن نے لکھا تھا کہ منظر اور صفات کے رسول کریم کو اللہ نے فیاضی و وجاہت سے نوازا تھا اور یہ صفت جس کی ہر کوئی تعریف کرتا ہے سوائے اس کے ذات سے ہو۔ رسول کریم کے غلاموں میں قائد اعظم محمد علی جناح اور قائد ملت، بہادر یار جنگ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے وجاہت کی صفت سے نوازا تھا اور وہ صفت ہے جس پر ”تا ذکر خدائے گہ غزوالی“ مثل صادق آتی ہے.

مسلم لیگ کے عام سیشن میں قائد اعظم اس رات مغربی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے اور میں نے بہت کم ایسے انگریز دیکھے ہیں جن پر مغربی لباس قائد اعظم سے بہتر سجتا ہوا نظر آیا ہو۔ بہادر یار جنگ مشرقی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، شیروانی، چوڑی دار پاجامہ اور اونچی ٹوپی، دونوں کے قد بلند تھے. دونوں سرخ و سفید تھے. جیسا زور خطابت انگریزی میں قائد اعظم نے انگریزی میں دکھایا ویسا ہی زور خطابت اردو میں بہادر یار جنگ نے دکھایا. یہ معلوم ہوتا تھا کہ دونوں کا دل اور دماغ ایک تھا. ایسی ہم آہنگی اس زمانے کے برصغیر ہند و پاکستان کے دو عظیم لیڈروں میں مشکل سے دیکھنے میں آئی تھی،

بہادر یار جنگ کی ناگہانی موت کی خبر نے سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو تڑپا دیا. حیدر آباد کے مسلمانوں پر کیا گزری ہوگی، یہ تو انھی کا دل جانتا ہوگا. میرے خیال میں زوال حیدر آباد دراصل اسی دن سے شروع ہوا جس دن بہادر یار جنگ کی آنکھیں بند ہوئیں یعنی ۲۵ جون ۱۹۴۴ء سے. میں نے انہیں کفن کے لباس میں نہیں دیکھا لیکن جن لوگوں نے ان کی زیارت ان کے آخری لباس میں کی تھی وہ کہہ سکتے تھے کہ ...

جب تک میں جیا مر رہا پہ تھا حسن پا لیا ان پھر کچھ خبر نہیں کہ مرنے بعد کیا ہوا انھوں نے جس ناشاد کا ذکر مجھ سے کیا اس کی تصویر مرزا یاس یگانہ کے اس شعر میں ہے. سے

> جامہ زیبوں پہ کفن نے بھی وہ ڈھایا جوبن
> روز کرتے مجھے لگتا چاہا
> غالب نے بھی انھی جیسے کسی مرنے والے کو دیکھ کر یہ شعر کہا ہوگا سے
> ایک نوبجکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
> پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی!

ان کی زندگی وہی تھی جو کہ ایک مرد مومن کی ہونی چاہئے. دل میں خدا کا خوف تھا، سینے میں عشق رسول تھا اور دماغ میں ہر وقت ملت اسلامیہ کی خدمت کی تڑپ. ان کی اولین شہرت کا سبب ان کی وہ تقریریں تھیں جو انھوں نے عید میلاد النبی کے سلسلے میں پہلے حیدر آباد اور پھر سارے ہندوستان میں کیں. ان کو سننے کا اتفاق برصغیر ہندوستان و پاکستان کے ہر علاقے کے مسلمانوں کو تھا. اور دیکھنے والوں کے کہنے میں ان کے لئے بڑی شکل دکھنی بہت ہی کہاں جائیں. اور کہاں نہ جائیں کیونکہ ہر وہ دعوت قبول نہ کرنا تھا، ملت اسلامیہ کی خدمت کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں غیر مسلموں کو اسلام کے دائرے میں لے آئے. انھوں نے مجلس اتحاد المسلمین میں روح پھونک دی اور اپنے گھر کو بیت الامت بنا دیا. یہ گھر انھیں اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملا تھا. خود ریاست حیدر آباد کے معتمد جاگیرداروں میں سے تھے. اپنے حسن انتظام سے انھوں نے اپنی جاگیر کے وسائل کو بڑھایا اور اپنے والد کا قرضہ ادا کرنے کے بعد جاگیر کی آمدنی کو بڑھایا. یہ آمدنی انھوں نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے نہیں بلکہ مستحق مسلمانوں کے لئے لیا وقف کردی. اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ وہ اس پر سارے سال میں صرف ایک سو روپے صرف کرتے تھے، عزت نفس کا یہ عالم تھا کہ جب انھوں نے محسوس کیا کہ والیٔ ریاست ان کی آزادی میں حائل ہے تو وہ جاگیروں اور مناصب اور اعزاز و اکرام سے دست بردار ہوگئے. اور نواب بہادر یار جنگ سے بہادر خان ہونے پر فخر محسوس کرتے تھے. مرحوم کی کوئی اولاد نہ تھی اور اپنی ملکیت کو جس طرح انھوں نے اپنے اصولوں پر قربان کیا اس کے

ہے یہ شعر سمجھا ہے ؎

عیاں وہاں نے دیکھا ہے وہ کوئی آنکھوں میں
یہ ستارے ہیں تو مسافر کو راستہ مل جائے
اس قرار کے بعد وہ بیدردی کر سکتے تھے ؎
آنکھوں میں کوئی بھی ستارا ہی جیسے
بیان لفظ ہے کر جانا ہی چاہیے

قائد اعظم سے اور علامہ اقبال سے انہیں بے پایاں محبت تھی، اگرچہ قائد اعظم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ "ملت اسلامیہ کے اس بے نظیر قائد کی نگاہیں ایک طرف تو دشمن کے ایوان کو تہ و بالا ہوتی نکل جاتی ہیں، اور دوسری جانب وادی و بحر کی نیاز بن رہی ہیں"، ان کا مضمون جناح پہلی نظر میں ایک نظر قائد اعظم سے ان کی والہانہ محبت کا آئینہ دار ہے۔ ۱۹۳۸ء میں وہ دہلی میں ایک عظیم الشان جلسہ عید میلاد النبی کی صدارت کر رہے تھے کہ جلسے میں دفعتاً ایک ہیجان پیدا ہوا اور لوگوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگانا شروع کر دیئے۔ میں نے جلسے میں بار بار طرف محسن نگاہ ڈالا اور ایک دبلے پتلے آدمی کو گورے رنگ، اونچی ناک، مضبوط جبڑوں، درخشاں پیشانی اور دلوں کو چھید دینے والی تیز نگاہوں کے ساتھ، اپنا مضبوط ہاتھ کھلی ہوئی لمبی لمبی انگلیوں سمیت پیشانی سے لگائے، صاف ستھرا اور استری کیا ہوا سوٹ پہنے، اٹھتے سر نعروں کا خاموش لیکن دلوں کو موہ لینے والا جواب دیتا ہوا دیکھا۔ جلسے کے منتظم سیٹھ نے اشارے سے مجھے بتایا کہ یہ ہیں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح جو کبھی ہندو مسلم اتحاد کے سفیر اور آل انڈیا نیشنل کانگریس کے روح رواں تھے۔ ہندوستانی قومیت کے علمبردار تھے، [illegible] کے مشہور بیرسٹر تھے اور آج مسلمانوں کی آنکھ کا تارا، ہندوستان کی ملت اسلامیہ کا سہارا، کانگریس کے فاتح اور مسلم لیگ کے علمبردار ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کا سبق پھر سے پڑھانے کا عزم کر لیا ہے اور سب کی غلامی سے چھوٹ کر فقط رسول اللہ کے آستانے سے وابستہ ہو گئے ہیں۔"

علامہ اقبال سے ان کو بہت گہری محبت تھی کہ ان کی شاعری اور ان کے پیام پر جمعرات کو باقاعدہ بعد مغرب درس دیا کرتے تھے، جو لوگ ان کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے ہیں انہوں نے مجھے بتلایا ہے کہ اقبال کے کلام کے وہ ٹکڑے جو عوام کی نگاہ سے چھپے ہوئے تھے بہادر یار جنگ کی وساطت سے روز روشن کی طرح چمک اٹھتے تھے اور

زمانہ اس پیغام کو سن کر اور پھر جہاں اپنا
کا سماں بندھ جاتا تھا۔

انہوں نے علامہ اقبال ہی کی زندگی میں حیدرآباد میں اقبال ڈے انتہائی اہتمام سے منایا اور اس طرح قدردانی کی ایک بڑی اچھی مثال قائم کی۔ ہمارے ملک میں مرنے والوں کو سب تک یاد کرتے ہیں لیکن زندگی میں قدر کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

زندگی میں کوئی آئے نہ وہ خوش ہو کے پاس بیٹھ کر
آ کے کیوں روتے ہیں میرے آتم میرے لئے

میں جب ملا [illegible] ایک تو ہم لوگوں نے یوم [illegible] عبدالعزیز شرر صاحب کی زندگی میں منایا تھا انہوں نے [illegible] بڑے پیمانے پر منایا [illegible] خدمات کی [illegible] اردو [illegible]

کب ہوا کامیاب منصر و دوسی
جب وہ منصر و دوسی کو روانہ ہوا

ہم لوگوں نے یوم فطرت بہادر یار جنگ کی منعقد کردہ بزم اقبال کی تقلید میں منایا تھا۔

ان کی قادر الکلامی کے کچھ نمونے پیش کرتا ہوں۔

بعض احباب [illegible] نے انہیں یوم ظفر میں شرکت کرنے کی دعوت دی اس کا جواب بہادر یار جنگ نے [illegible] دعوت نامہ پہنچا۔ فرزندان تیمور یاد ہیں [illegible] میرے نزدیک [illegible] ایسی اس شرکت سے معذرت [illegible] عرض کرتا ہوں اور [illegible] معذرت کے حقیقت [illegible] عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ فرزندان تیمور نے جس دو شمشیروں کو چمکا دیا تھا وہ ان کی تباہی و بربادی کا دن تھا، آج آپ ظفر کی یاد منا رہے ہیں ان کی ذاتی خوبیاں کسی کو کلام نہیں لیکن شاہان مغلیہ کے آخری اور بیشتر [illegible] دار نہیں، بلکہ شعر گو بادشاہ کی حیثیت سے ان کی یاد منانے کو فرزندان تیمور کی آخری شکست، اپنی ذلت اپنی رسوائی اور اپنی بربادی کی یاد مناتے ہیں، مجھے اس بزم ادب کی شرکت سے معاف فرمائیے جس سے اندیشہ ہے کہ کہیں بابر و تیمور کی عظمت کو میرے دل سے نہ مٹا دے۔ اس دن کی تیاری کیجئے جس دن آپ تیمور صاحب قران، بابر فاتح ہندوستان، شہنشاہ اکبر اور شہنشاہ عالمگیر کی صحیح معنوں میں یاد منانے کے قابل ہو جائیں، آنکھوں سے بہتا ہوا آنسوؤں کا دریا اپنے عقیدت کے [illegible] سے آپ کے دست و پا کو [illegible] آپ کی تقلید کے لیے نہیں بلکہ طلب [illegible] کو حیدر [illegible] یاد [illegible] جیسا [illegible] معاف کیجئے آپ کے دکھے ہوئے دلوں کو اور دکھانا مقصود نہیں ہے، مگر وہ دلوں میں [illegible] سب سے [illegible] مردنی کا سامان کر رہے ہیں حیات ابدی کے لئے تڑپ پیدا کرنا مقصود ہے۔"

اپنے ایک دوست کو خط لکھتے ہوئے مسلمانوں کے دو بنیادی [illegible] یوں کیا "اسلام پر وہ دور بھی آگیا ہے جب کہ تمام مسائل سے قطع نظر کر کے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ کے اعلان کی حرز جان بنا لیں۔ شیعیت و سنیت، بدعت و وہابیت، احمدیت و مہدویت سب زمانہ امن کے [illegible] فرصت کی پیداوار ہیں۔ آج جب کہ زمانہ اسلام کے اطراف بار بار دیکھ رہا ہے اور [illegible] کی تیاری [illegible] ہے [illegible] سمجھتا ہوں کہ سب کچھ چھوڑ کر صرف لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر جمع ہو جائیں۔ مسلمان اپنی زندگی کے نازک دور سے گزر رہا ہے۔ [illegible] ہیں [illegible] اور فی الحال اپنی [illegible] کی قوتوں کو [illegible] تنظیم کر دینا چاہیے۔"

نواب حسن یار جنگ بہادر کو جنہوں نے ان کے ایک عزیز کا پرسہ دیا تھا جس کی [illegible] واقع ہوئی تھی یوں جواب دیا۔

"میرے عزیز کی موت کا رنج مجھے ہے [illegible] میری [illegible] مبارکباد [illegible] اور آپ [illegible] کہ ہمارے ایک نوجوان نے اپنا فرض ادا کیا۔ اقوام و ملل کی کھیتیاں [illegible] پانی سے نہیں خون سے سینچی جاتی ہیں [illegible] خون سے نہیں نوجوان ان [illegible] افسوس [illegible] ان کی زندگی پر [illegible] انہوں نے اپنے جسم [illegible] اور [illegible] کے [illegible]

[illegible] کی [illegible] دنیا کی [illegible] آزادی

ذلیل و خوار ہو رہا ہے، اس کی سربلندی کا سامان کرے کہ یہی اصل عبادت اور اصل دین ہے۔"

"میری نہیں سنتے تو سعدی کی سنو ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

خدا تم کو اچھا رکھے اپنی محبت میں ایسا سرشار کرے کہ اس کی کائنات [illegible] یاد ہے اور گوشہ عزلت سے باہر نکل کر [illegible] "فی الحال [illegible] کر رہا ہوں، [illegible] شاید [illegible] الامین [illegible] میں [illegible] ایک [illegible] آپ کہتے ہیں کہ خدا کرے جیل جانے کی نوبت نہ آئے گی اور میں کہتا ہوں کہ اس کے لیے مسلمان منتظر بنے گا۔"

ان کے حریفوں نے ان پر [illegible] کا [illegible] اور مسولینی کا پیرو ہونے کا الزام لگایا، اور جب ان تہمتوں کی صفائی ہو گئی تو انہوں نے ایک دیرینہ دوست کو دل کا حال یوں لکھا: "اب [illegible] ہو گیا ہے۔ آپ احباب خوش ہوتے ہیں [illegible] بھی خوش ہوں [illegible] میرے لئے [illegible] ہے کہ میری [illegible] اگر آپ دل کی بات سننا چاہتے ہیں تو یہ ہے کہ دل [illegible] اب [illegible] وہ [illegible] خدمت [illegible] اب [illegible] نہیں [illegible]"

"میں تو ان لوگوں میں سے ہوں جو پاکستان پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس کو ہندوستان کے سیاسی مسائل اور خصوصاً مسلمانوں کے مستقبل کا واحد حل تصور کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ قائد اعظم سے [illegible] مسائل کے سلسلے میں میرا اختلاف ہے حالانکہ اس کے برخلاف میں نے آج تک ان کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا اور میری سیاسی زندگی کی ہر منزل میں وہ میرے رہنما رہے ہیں۔"

"پاکستان میری منزل مقصود اس کے لئے ہر ممکن سعی میرا فرض، لیکن اس منزل کی طرف بڑھنے کا جو راستہ میرے لئے متعین کیا گیا وہ [illegible] مسلمانوں کی تنظیم ہے۔ الحمدللہ اسی میں سرگرم ہوں اور رہوں گا۔"

"مختصر یہ کہ ہندوستان کی تمام سیاسی کشمکش کا واحد حل [illegible] پاکستان [illegible] اور [illegible] پاکستان کے لئے ہر قسم کی سعی [illegible] حرام ہے اگر پاکستان سے [illegible] قرآنی حکومت مراد نہیں ہے جس میں قانون سازی کا بنیادی حق صرف خدائے قدوس کو حاصل ہو اور [illegible] ہے [illegible] قوانین [illegible] زندگی کے ہر [illegible] اور حیات کے ہر [illegible] کے لئے قرآنی نظام ہی کو کافی [illegible] سمجھتا ہوں [illegible] حیات انسانی کا کوئی گوشہ [illegible] یا علمی، اقتصادی ہو یا سیاسی، حالات [illegible] سے متعلق یا حالات حاضرہ [illegible] [illegible] دلائل [illegible] [illegible] نہیں ہوں۔"

ایک دوست کو جنہوں نے ایک خط میں [illegible] کی تعریف کی، یہ جواب دیا۔

محبت کی۔ انجمن ترقی اردو کے ترجمان میں عقیدت پیش کرتے ہوئے انھوں نے لکھا کہ ملّت اسلامیہ کے اس بے نظیر قائد کی نگاہیں ایک طرف تو شمشیر جنگجو کے ایوان کو زیر و زبر کر دیتی ہیں، اور دوسری جانب وہ دعائی جذبے [illegible] کی بنیادیں ہلا دیتی ہیں۔ ان کا مضمون "جناح اپنی نظر میں" ایک تاثر قائد اعظم جناح کی دلنوازی محبت کا آئینہ دار ہے۔ ۱۹۴۳ء میں دہلی میں ایک عظیم الشان جلسہ [illegible] کی صدارت کر رہے تھے کہ جلسے میں دفعتاً ایک ہیجان پیدا ہوا اور لوگ اللہ اکبر کے نعرے لگا کر کھڑے ہو گئے، میں نے جلسے میں چاروں طرف جس نگاہ ڈالی اور ایک دبلے پتلے آدمی کو [illegible]، ایک مضبوط جبڑوں، درخشاں پیشانی اور سینے کو [illegible] والی تیز نگاہوں کے ساتھ، اپنا مضبوط ہاتھ کھلی ہوئی لمبی انگلیوں سمیت پیشانی تک لگاتے، صاف ستھرا اور استری کیا ہوا سوٹ پہنے [illegible] کے دلوں کو موہ لینے والا اور جواب دیتا ہوا دیکھا، جلسے کے منتظم سیٹھ [illegible] نے مجھے بتایا کہ یہ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح ہیں جو کبھی ہندو مسلم اتحاد کا ایلچی تھا، آل انڈیا نیشنل کانگریس کے روح رواں تھے، ہندوستانی قومیت کے علمبردار تھے، آزادیٔ انگلستان کے حامی تھے، اور انگلستان کے مشہور بیرسٹر تھے اور آج مسلمانوں کی آنکھ کا تارا، ہندوستان کی ملّت اسلامیہ کا سہارا، کانگریس کے فاتح اور مسلم لیگ کے علمبردار ہیں، جنھوں نے مسلمانوں کو واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کا سبق بھلا دینے پر مرتد ہو جانے کا عزم کر لیا ہے اور سب کی غلامی سے چھوٹ کر "وصال اللہ" کے آستانے سے وابستہ ہو گئے ہیں۔"

علامہ اقبال کے کلام سے انھیں محبت تھی کہ ان کی شاعری اور ان کے پیام پر جو ارادت کی بنا ز مغرب و درس دیا گیا تھا، جو لوگ ان کی صحبت سے مستفید ہوئے ہیں انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ اقبال کے کلام کے وہ گوشے جو عوام کی نگاہوں سے چھپے ہوئے تھے، بہادر یار جنگ کی وساطت سے روز روشن کی طرح چمک اٹھتے تھے اور

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

کا سماں بندھ جاتا تھا۔

انھوں نے علامہ اقبال ہی کی زندگی میں حیدرآباد میں اقبال ڈے انتہائی جوش و خروش سے منایا اور مسلمان قدردانی کی ایک ایسی مثال قائم کی۔ ہمارے ملک میں مرنے والوں کو سب لوگ یاد کرتے ہیں، لیکن زندگی میں قدر کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں، انھوں نے کیا خوب کہا ہے سہ

زندگی میں تو وہ اک دن بھی نہ پوچھیں آ کر
آ کے پھول رکھتے ہیں میرے آستانے پر

میں جب دلّی [illegible] تھا تو ہم لوگوں نے مولوی عبدالحق صاحب کی زندگی میں منایا تھا انھوں نے [illegible] کے جلسے [illegible] اردو کی بڑی خدمت کی تھی، اس خدمت کے اعتراف کے لئے اردو کے قدردانوں نے ان کی خدمت میں ایک تھیلی پیش کی تھی، [illegible] ایک صاحب نے ادیبوں اور شاعروں کی ان کی زندگی میں [illegible] کا شکریہ ادا کیا۔

[illegible] بہادر یار جنگ [illegible] اور بابر کی بیداری [illegible] برصغیر میں ایک طلوع صبح ایشیا کے [illegible] ہیں اس حرکت پر [illegible] کیا جرأت کرتا ہوں اور شاہانِ مغلیہ کے عقیدت مند کی حیثیت سے یہ عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ فرزندانِ تیمور نے جس دن شمشیر و سناں کو چھوڑ کر جنگ و جدال [illegible] وہ دن ان کی تباہی و بربادی کا دن تھا۔ آج آپ ظفر کی یاد منا رہے ہیں، ان کی ذاتی خوبیوں سے کسی کو کلام نہیں لیکن شاہانِ مغلیہ کے آخری اور شمشیر بردار نہیں، بلکہ تسبیح بدست بادشاہ کی حیثیت سے ان کی یاد منانے کو فرزندانِ تیمور کی شکست، اپنی ذلت، اپنی رسوائی اور اپنی بربادی کی یاد منانا سمجھتا ہوں۔ مجھے اس بزم ادب کی شرکت سے معاف فرمائیے۔ جرأت [illegible] کہیں ابرو و تیمور کی عظمت کو میرے دل سے نہ مٹائیے۔ اس دن کی تیاری کیجئے جس دن آپ تیمور صاحبقرانی، بابر فاتح ہندوستان، شہنشاہ اکبر، اورنگزیب عالمگیر کی صحیح معنوں میں یاد منانے کے قابل ہو جائیں۔ آنکھوں سے چلتا ہوا آنسو [illegible] عقیدت کے پھولوں [illegible] آپ کے دست [illegible] آپ کی تنقید کے لیے نہیں [illegible] معاف کیجئے آپ کے دکھے ہوئے دلوں کو اور دکھانا مقصود نہیں ہے، بلکہ مردہ دلوں میں جو خواب ابدی سے موت [illegible] سو رہے ہیں، حیات ابدی کے لیے تڑپ پیدا کرنا مقصود ہے۔

اپنے ایک دوست کو خط لکھتے ہوئے مسلمانوں کے زوال پر اظہار خیال کیا "اسلام [illegible] کی دوزخ میں [illegible] آگیا ہے جب کہ تمام مسائل سے قطع نظر کر کے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ کے اعلان کی عزت [illegible] شیعیت و سنیت، بدعت و وہابیت، احمدیت و مہدویت سب زمانۂ امن کے لمحات فرصت کی پیداوار ہیں، آج جب کہ خانہ کعبہ اسلام کے اطراف بارود بچھی ہوئی ہے اور شعلہ [illegible] کی دیر ہے میں [illegible] سمجھتا ہوں کہ وقت ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر صرف لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر جمع ہو جائیں۔ مسلمان آج اپنی زندگی کے [illegible] دور سے گذر رہا ہے۔ اس [illegible] میں نہ الجھنا چاہیے اور فی الحال اپنی ساری قوتوں کو صرف تنظیم کر دینا چاہیے۔"

نواب حسن یار جنگ بہادر کو جنھوں نے ان کے ایک عزیز کا پرسہ دیا تھا جس کی بمبئی [illegible] میں موت واقع ہوئی تھی یوں جواب دیا۔

"میرے عزیز کی موت کا رنج نہ کیجئے [illegible] آپ فرمائیں میں بھی قابل مبارکباد ہوں اور آپ بھی کہ ہمارے ایک نوجوان نے اپنا فرض ادا کیا، اقوام و ملل کھیتیاں ہیں جو آب صاف پانی سے نہیں خون سے سینچی جاتی ہیں، بڑے خون سے نہیں، نوجوان اور تازہ خون سے، افسوس ہے ان کی زندگی پر جن کا خون ان کے اپنے جسم میں خشک ہو جاتا اور ملک و ملت کے کام نہ آئے۔"

ان حجروں کی چار دیواری کے اندر نہیں، آفاق کے ذرہ ذرہ میں بکھیرے [illegible] وہ دیکھیں، بے وسیلہ کے [illegible] وسیع ہیں [illegible] باہر نکلو اور دیکھو کہ اشرف المخلوقات انسان، حامل بار امانت انسان، خلیفۃ اللہ انسان کس طرح [illegible]

[illegible] خراب ہو رہی ہے [illegible] کے عالم [illegible] مختلف [illegible] شکایت [illegible] امت [illegible] توجہ [illegible] ایک [illegible] لوں آپ کہتے ہیں کہ [illegible] جیل جانے کی نوبت نہ آئے گی اور میں کہتا ہوں کہ اس کے بغیر مسلمان مسلمان نہ بنے گا۔"

ان کے حریفوں نے ان پر حیدرآباد کے باغی اور مسلم لیگ کا حامی ہونے کا الزام رکھا، اور جب ان تہمتوں کی صفائی ہو گئی تو انھوں نے ایک دوست کو اپنے دل کا حال یوں لکھا۔ "اب تو دل بھر گیا ہے۔ آپ احباب خوش ہوتے ہیں [illegible] ہوں، ورنہ میرے لئے تو یہ نتیجہ ہے کہ میری [illegible] ہوئی۔ اگر آپ دل کی بات سننا چاہتے ہیں تو یہ ہے کہ دل [illegible] اب [illegible] نہیں رہا [illegible] کہ [illegible] خدمت بالا جز ایں [illegible] اب [illegible] میں نہیں۔"

وہ ان نوجوانوں میں سے ہیں جو پاکستان کو مکمل [illegible] ہیں اور اس کو ہندوستان کے سیاسی مسائل اور خصوصاً مسلمانوں کے مستقبل کا واحد حل تصور کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ قائد اعظم مدظلہ سے سیاسی مسائل کے سلسلے میں میرا اختلاف ہے، حالانکہ اس کے برخلاف میں [illegible] ان کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا اور میری ساری زندگی کی [illegible] میں [illegible] رہا ہے۔"

"پاکستان میری منزل مقصود [illegible] کے لیے [illegible] سعی میرا فرض [illegible] لیکن اس منزل کی طرف بڑھنے کا جو راستہ میرے لیے معین کر دیا گیا۔ وہ ریاستی مسلمانوں کی تنظیم ہے۔ الحمدللہ اس میں سرگرم ہوں اور رہوں گا۔"

"مختصر یہ کہ ہندوستان کی تمام سیاسی کشمکش کا واحد حل جیسا کہ اوپر بیان کر چکا ہوں، پاکستان کو سمجھتا ہوں اور میرے خیال میں پاکستان کے معنی [illegible] اگر پاکستان سے اللہ اور قرآن کی حکومت مراد نہیں ہے جس میں قانون سازی کا بنیادی حق صرف خدائے قدوس کو حاصل ہو اور ہمارے [illegible] قوانین [illegible] اس کی تشریح [illegible] جو زندگی کے ہر [illegible] کے لیے قرآنی نظام [illegible] سمجھتا ہوں، یا حیات انسانی کا [illegible] انقلابی یا علمی، اقتصادی ہو یا سیاسی، حالات سے متعلق [illegible] تو میں [illegible] کا قائل ہوں [illegible] بغاوت کا اعلان کرتا ہوں کہ [illegible] سوا اور نظام بنانا چاہتے ہیں [illegible] نہیں [illegible]۔"

ایک دوست کو جنھوں نے ایک خط میں [illegible] تعریف کی یہ جواب دیا۔

"اسلام کی بنیادی تعلیم [illegible] ساری تعریف [illegible] صرف خدا ہے، الحمدللہ [illegible] تعریف ہے تو اس کا مستحق [illegible] والہانہ [illegible]

(باقی [illegible] پر)

اخبار جہان   ہفتہ وار کراچی مورخہ ۱۰

****

بقیہ مضمون ۔ ہاشم رضا

****

شکر ادا کیا ہوتا کہ اس نے مجھے مسلمانون
اور اسلام کی خدمت کے قابل بنایا دوسری شکایت
آپ سے یہ ہے کہ آپ میری تعریف کر کے
اور خصوصاً مجھے اس سے مطلع کر کے میرے
اندر جذبات تفاخر پیدا کرنے کی کوشش
کی جو تھوڑی غفلت مین جذبات خدمت
کو فنا کر سکتے ہیں ۔ اس لئے اس تحفے
کے شکریہ کے طور پر آپ سے متمنی ہون
کہ آئندہ سوائے خدا کے کسی کی تعریف
نہ کیا کیجئے اور شعرا اور ادیبون کے
اس راستے کو چھوڑئے ۔

انہیں جب کسی اردو دان نے انگریزی
مین خط لکھا تو انہون نے شکوہ کیا
سردار اورنگ زیب کو جب وہ سرحد کے
وزیر اعظم تھے ایک خط مین یہ لکھا ۔

آخر میں ایک چھوٹی سی شکایت کہ
لیگ کی ہائی کمانڈ کے ایک رکن اور لیگی وزارت کے
ایک صدر اعظم کا خط ایک اردو کے خادم کی
طرف انگریزی میں آنا اردو زبان کی ایسی
توہین ہے جس کا دعوی آپ ہی کے اجلاس پر
پیش ہونا چاہئے ۔

****

نواب بہادر یار جنگ ایڈیشن

روزنامہ

جسارت

کراچی

[illegible]

[illegible]

جب دین اللہ کیلئے نہ ہو [illegible] جاری [illegible]

ان کے قہر و غلبہ کی وجہ سے خدا کے احکام پر پوری طرح عمل نہ کر سکتے ہوں تو یہ دراصل فتنہ ہے

[illegible]

[illegible]

جب دین اللہ کیلئے نہ ہو کہ اربر سر اقتدار شوریٰ کے احکام جاری ہو رہے ہوں اور مسلمان

ان کے قہر و غلبہ کی وجہ سے خدا کے احکام پر پوری طرح عمل نہ کر سکتے ہوں تو یہ دراصل فتنہ ہوگا

[illegible]

سنڈے مشرق

****

بقیہ صفحہ سوم

****

بہادر یار جنگ تقریر ختم کر چکے تو قائد اعظم نے انہیں اتنی اچھی تقریر کرنے پر مبارک باد دی اور فرمایا کہ جب آپ حیدرآباد جائیں تو مجھ سے مل کر جائیں ۔

اس کے بعد تو نواب بہادر یار جنگ تحریک پاکستان کی آواز بن گئے وہ ایک ایسا شعلہ تھے جس میں حرکت بھی تھی ، حرارت بھی ، اور توانائی بھی ۔ جب وہ مسلم لیگ کے جلسوں میں تقریر کرتے تو حاضرین گھنٹوں پہلو نہ بدل سکتے وہ آدھی رات کے بعد اپنی تقریر شروع کرتے اور بولتے بولتے صبح ہو جاتی مگر سننے والے ہمہ تن گوش بیٹھے سنتے رہتے ۔

قائد اعظم نواب بہادر یار جنگ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان کے بعد کسی اور کا بولنا فضول ہے ۔ قیام پاکستان کے سلسلے میں نواب بہادر یار جنگ نے جو جد وجہد اور کوششیں کیں وہ تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی ہیں ۔ لوگ ان کی آواز کے خلوص ، لہجے کی متانت اور نرمی اور گرمئی گفتار کو کبھی فراموش نہ کر سکیں گے پاکستان کی بنیادوں میں نواب بہادر یار جنگ کی آواز شامل ہے اس کی بنیادوں میں وہ تقریریں بھی شامل ہیں جو اس حریت پسند قائد نے اپنی ملت کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے کی تھیں جو اسلام کے اس عظیم مجاہد نے ایک سوتی ہوئی قوم میں ملی غیرت دلانے کے لئے کی تھیں ۔ جب تک پاکستان زندہ ہے بہادر یار جنگ کا نام بھی زندہ رہے گا ۔ ان کے کارناموں کو قوم [illegible] نہیں کر سکتی ۔

****

سنڈے مشرق کراچی

۲۵ جون ۱۹۶۷ء

نواب بہادر یار جنگ کی تقریر میں ایسی لذت تھی کہ سننے والا اس میں ڈوب جاتا [illegible] الفاظ کے سحر میں کھو کر [illegible] کر دیتا تھا ۔ ان کی تقریر پر [illegible] جہاں [illegible] ہے ایک [illegible] ان کی تقریر [illegible]

بمبئی کے ایک جلسہ میں [illegible] اسی جلسہ میں قائد اعظم بھی تقریر کرنے والے تھے تقریر کے بعد انہیں فوراً ہی گھر جانا تھا ۔ قائد اعظم تقریر کر چکے تھے ، اسی دوران بہادر یار جنگ کو تقریر کی دعوت دی گئی ۔ انہوں نے تقریر شروع کی [illegible] تقریر کچھ ایسی تھی کہ قائد اعظم نے گھر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہ آخر وقت تک جلسہ گاہ میں موجود رہے ۔

بانگ حرم [illegible]

تاریخ انہیں نہیں بھلا سکتی

نواب بہادر یار جنگ رح

کی آواز ہمیشہ پاکستان کی فضاؤں میں گونجتی رہے گی

سندھ مشرق فیچر سروس

ہندوستان کے عظیم دانشور رابندرا ناتھ ٹیگور کو ساری زندگی دو باتوں کا افسوس رہا ایک یہ کہ وہ اقبال کو پوری طرح نہ سمجھ سکے۔ اور دوسرا یہ کہ نواب بہادر یار جنگ کی تقریروں کی لذت کو محسوس نہ کر سکے۔ نواب بہادر یار جنگ مسلمانان ہند کی جنگ آزادی کے ایک عظیم مجاہد ہی نہیں ایک شعلہ نوا اور شعلہ بیان مقرر بھی تھے۔ فن خطابت پر انہیں [illegible] عبور حاصل تھا اپنی تقریر سے جذبات کی دنیا میں ہلچل مچا دیا کرتے تھے۔ وہ جب تقریر کرنے کھڑے ہوتے تو بڑے سے بڑے مجمع کو رلا دیتے۔

وہ اپنی شعلہ نوائی کو کام میں لاتے ہوئے [illegible] احساسات کا رخ جس طرف چاہتے موڑ دیتے [illegible] حقیقت ہے کہ برصغیر ہندوستان میں نظریہ پاکستان کو مقبول بنانے [illegible] ان کی جادو بیانی کے سر ہے۔ قیام پاکستان کے لئے قائداعظم کے ساتھ مل کر انہوں نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور اپنی تقریروں سے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کی شمع روشن کر دی۔ ان کی تقریروں نے مسلمانوں کے بجھے ہوئے دلوں میں [illegible] ان کے پژمردہ دلوں پر امید کی [illegible] اور وہ اپنے دلوں میں [illegible] مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

نواب بہادر یار جنگ تحریک پاکستان کی [illegible] آزادی کی داستان [illegible]

[illegible]

[illegible] کا احساس کے ساتھ ہی وہ اپنے گھروں میں [illegible] فساد کے خطرے اور تباہی و بربادی کے اندیشے کے پیش نظر پولیس کے [illegible] ساتھ [illegible] رہے تھے لیکن اس کے باوجود یہ بات [illegible] صورت حال [illegible] پولیس اور حکومت کے بس کی بات نہیں ہے۔

نواب بہادر یار جنگ کے گھر کے باہر [illegible] ہوئے مسلمانوں کا [illegible] تھا جو اللہ اکبر کے نعرے بلند کر [illegible] پاکستان کے گھر میں حیدرآباد کی [illegible] ممتاز شخصیتیں بھی اس صورت حال [illegible] پر غور کر رہی تھیں۔

نواب صاحب کو بار بار حیدرآباد کی [illegible] کے ٹیلی فون موصول ہو رہے تھے۔ جن میں ان سے کہا جا رہا تھا کہ وہ مجمع کو [illegible] اس روز نواب صاحب کو جن بڑے لوگوں کا فون موصول ہوئے ان میں حیدرآباد پولیس کے انسپکٹر جنرل، وزیر اعظم [illegible] اور خود نظام حیدرآباد [illegible]

[illegible]

ایک مرتبہ نواب بہادر یار جنگ قائداعظم کے ساتھ لاہور کے ایک جلسے سے خطاب کرنے گئے۔

ان کی تقریر سے مسحور ہو کر قائداعظم نے گھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا

جلسہ میں مسلم لیگ کے لئے چندہ دینے کی اپیل کی جانے والی تھی۔ یہ اپیل لاہور کے ایک جلسے میں نواب بہادر یار جنگ نے کی۔ کہتے ہیں کہ اس جلسے کے حاضرین پر نواب صاحب کی تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ لوگوں نے اپنے [illegible] اتار کر چندے میں دے دیئے۔ [illegible] انگوٹھیں [illegible]

[illegible]

نواب بہادر یار جنگ

کی آواز ہمیشہ پاکستان کی فضاؤں میں گونجتی رہے گی

سنڈے مشرق فیچر سروس

ہندوستان کے عظیم دانشور رابندر ناتھ ٹیگور کو ساری زندگی دو باتوں کا افسوس رہا۔ ایک یہ کہ وہ اقبال کو پوری طرح نہ سمجھ سکے۔ اور دوسرا یہ کہ نواب بہادر یار جنگ کی تقریروں کی لذت کو محسوس نہ کر سکے۔ نواب بہادر یار جنگ مسلمانان ہند کی جنگ آزادی کے ایک عظیم ہیرو ہی نہیں ایک سحر انگیز اور شعلہ بیان مقرر بھی تھے۔ فن خطابت پر انہیں اتنا عبور حاصل تھا کہ اپنی تقریر سے جذبات کی دنیا میں ہلچل مچا دیا کرتے تھے۔ وہ جب تقریر کرنے کھڑے ہوتے تو بڑے سے بڑے مجمع کو رلا دیتے۔

وہ اپنی شعلہ نوائی کو کام میں لاتے ہوئے احساسات کا رخ جس طرف چاہتے موڑ دیتے۔ بحقیقت ہے کہ متحدہ ہندوستان میں نظریۂ پاکستان کو مقبول بنانے کا سہرا ان کی جادو بیانی کے سر ہے۔ قیام پاکستان کے لئے قائداعظم کے ساتھ مل کر انہوں نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور اپنی تقریروں سے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کی شمع روشن کر دی۔ ان کی تقریروں سے مسلمانوں کے بجھے ہوئے دلوں میں [illegible] پیدا کی۔ ان کے پژمردہ لبوں پر امید کی مسکراہٹیں رقصاں ہوگئیں اور وہ اپنے دلوں میں عزم لئے جوق در جوق مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

نواب بہادر یار جنگ تحریک پاکستان کی روح تھے۔ [illegible] آزادی کی داستان سے بہادر یار جنگ کا نام [illegible] جائے تو یہ بالکل ایسی ہی بات ہوگی جیسے [illegible] اس کی [illegible] لی جائے۔

[illegible]

[illegible]

ہے کہ حد سے بڑھتے ہوئے مظالم آج رنگ لا رہے ہیں لیکن اس احساس کے ساتھ ہی وہ اپنے گھروں میں دبک گئے۔

فساد کے خطرے اور تباہی و بربادی کے اندیشے نے پولیس کے مخفوظ دستے بھی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود یہ بات طے تھی کہ صورت حال سے نمٹنا پولیس اور حکومت کے بس کی بات نہیں ہے۔

نواب بہادر یار جنگ کے گھر کے باہر جمع ہوتے مسلمانوں کا سمندر تھا جو اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہا تھا ان کے گھر میں حیدرآباد کی سرکردہ اور ممتاز شخصیتیں بھی اس صورت حال سے نمٹنے کی تدبیر پر غور کر رہی تھیں۔

نواب صاحب کو بار بار حیدرآباد کی انتظامیہ کے ٹیلی فون موصول ہو رہے تھے۔ جن میں ان سے کہا جا رہا تھا کہ وہ مجمع کو بدنظمی پھیلانے سے باز رکھیں۔ اس روز نواب صاحب کو جن بڑے لوگوں کا فون موصول ہوئے ان میں حیدرآباد پولیس کے انسپکٹر جنرل، وزیر اعظم سر اکبر اور خود نظام حیدرآباد شامل تھے۔ نظام نے ان سے کہا "آپ ہم میری سلطنت کی آبرو ہیں دیکھ میرے نظم و نسق [illegible]"

[illegible] ان کی خاموشی کو دیکھ [illegible] بھی [illegible] طاری ہو گئی۔ ہر کان ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سننے کا مشتاق۔ [illegible] نواب بہادر یار جنگ خاموش تھے۔ [illegible]

[illegible] اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ ان کی تقریر [illegible] ہماری [illegible] اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے [illegible] منتشر ہوگیا وہ لوگ جو مرنے مارنے کے لئے نکلے تھے بجھ بجھا کے واپس چلے گئے۔ اور جو ماحول تھوڑی دیر قبل خون سے لبریز تھا امن و آشتی کی گود میں ڈوب گیا۔ اب چاروں طرف سناٹا تھا۔ اس موقع پر سروجنی نائیڈو بھی موجود تھیں جنہوں نے منتشر ہونے کے بعد انہوں نے بڑھ کر نواب بہادر یار جنگ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا "بیٹا مجمعوں کو مشتعل کرنے کو بہت لیڈر دیکھے لیکن ایسے غضب ناک اور مشتعل مجمعوں کو یوں قابو میں کرتے آج تک کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ یہ خدا کی دین ہے جسے چاہے سرفراز کرے۔"

ایک مرتبہ نواب بہادر یار جنگ قائداعظم کے ساتھ لاہور کے ایک جلسے سے خطاب کرنے گئے

ان کی تقریر سے مسحور ہو کر

قائداعظم نے

گھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا

جلسہ میں مسلم لیگ کے لئے چندہ دینے کی اپیل کی جانے والی تھی۔ یہ اپیل لاہور کے ایک [illegible] نواب بہادر یار جنگ نے کی۔ کہتے ہیں کہ اس جلسے کے حاضرین پر نواب صاحب کی تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ لوگوں نے اپنے [illegible] اتار کر چندے میں دے دیئے۔ گھڑیاں، انگوٹھیاں، فونٹین پین [illegible] شمار ہی نہیں تھا۔ مسلم لیگ نے کسی ایک جلسے سے اتنا زیادہ چندہ کبھی نہیں جمع [illegible] ہوا تھا۔

[illegible] تقریب کے بعد جب [illegible] اس کے [illegible] فارم سے [illegible] کرنے لگے تو لوگوں نے کوئی توجہ نہ دی [illegible] اور [illegible] کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا۔ نواب بہادر یار جنگ کو اس سے پہلے مسلم لیگی لیڈروں کو خطاب کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ جب وہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو حاضرین نے ان کی طرف توجہ [illegible] کر دیا کہ [illegible] جاگیردار [illegible] تقریر کرے گا۔ جب نواب صاحب کا نام پکارا گیا تو آپ مسکراتے ہوئے اٹھے [illegible] کے ساتھ [illegible] بولنا شروع کیا تو [illegible] ہو گئے۔ تقریر کا انداز [illegible] سرگوشیوں میں [illegible] لئے جا رہے تھے [illegible] ہو گئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یادداشت نسبت رفاقت قائد ملت نواب بہادر یار جنگ مغفور

اقتضائے عمر اور حوادثِ زمانہ کے باعث کئی واقعات اور سنین و تواریخ کے لحاظ سے
ان کی ترتیب و تسلسل سے بے نیاز ہوں پھر بھی یادداشت کا اعتبار کرتے ہوئے چند باتیں مختصراً
بیان کی جا رہی ہیں۔ تفصیلات سے گریز ہی بہتر ہے؟ اس سے میرے قلب و دماغ کو سکون تو کیا
ملیگا البتہ زخم ہرے نہ ہوں گے!

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

غالباً ۱۹۳۶ء کی بات ہوگی۔ نواب بہادر یار جنگ جاگیردار ایک قومی قائد
کی حیثیت سے شہرت کی منزلیں طے کر رہے تھے اور اُن کے قومی کاموں میں اضافہ ہو رہا تھا۔
اس دوران محترم و معظم حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب رشید صدیقی مدظلہ کے پاس جو میرے
عزیز ترین بزرگ اور قابلِ فخر استاذِ مکرم ہیں اور فی الوقت امریکہ میں مقیم ہیں، پروفیسر
ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب رشید تشریف لائے۔ موصوف ہی کی زبانی معلوم ہوا کہ نواب صاحب کو
تحریری کام کے سلسلہ میں ایک مخلص اور لائق اعتماد رفیق کار کی ضرورت ہے۔ خدمت فی سبیل اللہ
اور اجر من اللہ۔ دین و ملت کی خدمت گذاری کا جذبہ بحمداللہ فطری و خاندانی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۶ء میں فارسی میں آنرز کی ڈگری کے حصول کے لیے ادارہ عالمگیر تحریک قرآن مجید
(کنہ خشین ساگر حیدرآباد) سے فی سبیل اللہ وابستہ تھا۔ کم و بیش ایک سال تک اس ادارہ کی
اعزازی خدمات انجام دیں۔ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اور دیگر مخلصین بھی اس ادارہ سے وابستہ تھے۔
مولوی ابو محمد مصلح صاحب دیوبندی اس ادارہ کے بانی اور سربراہ تھے۔ یہ کام خالص علمی و دینی تھا۔ اس
ایک سال کی مدت میں اور ایک دو حضرات نے اپنی خدمات پیش کیں، مجھے سبکدوش
ہونے کا موقع مل گیا۔ ابھی چند ہی دن گذرے ہوں گے کہ نواب بہادر یار جنگ کی قیادت میں
ایک اور قومی و دینی کام کا پتہ چلا۔ دو چار دن کے غور و فکر کے بعد نواب صاحب کے پاس کسی
تعارف کے بغیر پہنچا۔ ویسے ایک سے زمانہ کے رسائل کے ذریعہ میرا تعارف ممکن تھا لیکن اسلام
اور ملت کی خدمت گذاری کے بے لوث اور بے پناہ جذبہ نے اس انداز تعارف کو گوارا
نہ کیا۔ اجنبی کی حیثیت سے پہنچا تھا۔ مختصر سی تعارفی گفتگو کے بعد نواب صاحب نے فرمایا؟
کل صبح ۸½ بجے سے آپ اور ہم اس مہم میں مصروف ہو جائیں گے۔ بس وہ دن اور ہجا رک
میر ہاشم علی خاں کے مکان میں ان کے انتقال کا دن (گو کہ رات میں ان کے گھر

متعلق بہت پہلے رحلت فرما گئے تھے) باہمی اشتراک و تعاون کا سلسلہ جاری رہا۔ کتنی مدت گزری
کتنے ماہ و سال ختم ہوئے کن کن حالات و واقعات کا سامنا ہوا؟ اس کے اظہار سے یادداشت
قاصر ہے۔ بعض امور ہیں قاصر ہیں عجب ہے تو انکشاف لاحاصل ہے!

داناۓ راز علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے "شاہین" کا تصور کارفرما تھا۔ اتفاق کی بات کہ
ان ہی دنوں ایک تفصیلی مکتوب علامہ اقبالؒ کے پاس ارسال کیا تھا۔ ان کی نظم و نثر کی کتابیں
منظر عام پر آ رہی تھیں۔ ان بے مثال تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لئے ایک مستقل ادارہ
تصنیف و تالیف کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اپنے مکتوب کے آخر میں علامہ سے خواہش کی تھی کہ
اس قسم کا ادارہ "اقبال اکیڈیمی" کے نام سے قائم کرنے کی اجازت دیں۔ ممدوح نے نہ صرف
اجازت دی بلکہ میرے احساسات و جذبات کی ستائش فرمائی، سلامتی کی دعا دی اور
لکھا کہ اس کام کے لئے اپنے قیمتی اوقات وقف کرنے والے آپ کہاں سے لائیں گے (الحمد للہ
بعد کے دور میں ایسے حضرات پیدا ہو گئے)

نواب صاحب کے ساتھ قومی و تحریری کام 'مجلس اتحاد المسلمین کی تنظیم' اس کے دستور کی
تدوین اور ایسے دیگر امور کی مصروفیات نے "اقبال اکیڈیمی" کی باقاعدہ تاسیس و تشکیل
کی مہلت نہ دی۔ کچھ عرصہ بعد نواب صاحب کی ڈیوڑھی میں درس اقبال کا آغاز بھی ہو گیا
درس ہفتہ میں ایک مرتبہ ہوتا تھا۔ اتفاق کہئے یا علامہ اور قائد ملت کی ارواح کی نسبت
کا ظہور، جس رات قائد ملت ہاشم علی خان کے مکان بیچارہ دل کے گئے اور پھر زندہ واپس نہ آئے
وہ رات درس اقبال کی رات تھی۔ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد!!
ہوا یہ کہ ہم علامہ اقبال کے احساسات و تاثرات کا مطالعہ بھی کرتے جاتے اور ملت کی خدمات
بھی انجام دیتے کیونکہ نواب بہادر یار جنگ علامہ اقبال کے "رشتہ عشق" کے ادب میں ہمارے محسن تھے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

نواب صاحب کی ڈیوڑھی کے بالائی حصہ پر جہاں صاحب زنانہ رہتے تھے اور
بڑے ہال میں لکھنے پڑھنے کی طویل و عریض میز، لائبریری کی الماریاں اور نجی ملاقاتوں کے
خلوت خانے سب کچھ تھے۔ تبلیغ اسلام کے مسائل بھی حل ہوتے تھے اور مجلس اتحاد المسلمین کی
سرگرمیوں کا مرکز بھی تھا۔ نواب صاحب کے اور میرے مشترکہ قومی کام کا آغاز پورے خلوص
للہیت اور دیانت و امانت کے ماحول میں ہو چکا تھا۔ محسوس کیا گیا کہ نواب صاحب اب ایک
جاگیردار کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مثالی قائد کی حیثیت سے معروف ہو جائیں اس لئے
قائد ملت اسلامیہ دکن کا خطاب ان کے لئے موزوں رہے گا۔ چنانچہ ہمارے مشترکہ میز پر

ظے ہوا کہ نواب صاحب کو "قائدِ ملت" کے خطاب سے مخاطب کیا گیا۔ پھر تو عام طور پر یہی خطاب مستعمل ہوا حیات تک بھی اور وفات کے بعد بھی۔ صرف قائدِ ملت کہا جائے تو ہندوستان اور بیرونی ممالک میں نواب بہادر یار جنگ ہی مراد ہوں گے۔

۱۹۴۱ء کی مردم شماری ہونے والی تھی۔ قائدِ ملت نے اعلان کیا کہ مسلمان مردم شماری کے فارم پر "اسلام"، "مسلمان" اور "ہندوستانی" لکھیں۔ فرقے کی صراحت نہ کریں کہ اس سے فرقہ واری احساسات پیدا ہو سکتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ ان میں مذہبی لوگوں کی اکثریت تھی۔ ان لوگوں نے اخبارات میں بیان شائع کرایا کہ فرقے کی صراحت ضروری ہے۔ اس بیان سے ایک افسوسناک اختلاف کا اظہار ہوا۔ قائدِ ملت رنجیدہ تھے۔ میں نے ان مذہبی پیشواؤں سے ملاقات کر کے انہیں یہ بیان جاری کرنے پر آمادہ کیا کہ قائدِ ملت کی رائے کے مطابق مردم شماری میں فرقے کی صراحت ضروری نہیں۔ یہ بیان میں نے تیار کیا۔ ان سب کے دستخط حاصل کر کے پریس کے حوالے کیا۔ اخبارات میں اس بیان کی اشاعت سے قائدِ ملت کے موقف کو استحکام حاصل ہوا۔

اس نوعیت کا ایک اور واقعہ بھی یاد آیا۔ نواب سالار جنگ کی ایما پر قائدِ ملت کی دیوڑھی میں ہندو مسلم اتحاد و مفاہمت کی گفتگو کا آغاز ہوا تھا۔ روزانہ چند گھنٹے اس کے لئے وقف تھے۔ ہندو برادری کی جانب سے نمائندگی کرنے والے تین چار مسلمہ اور مشہور لیڈر تھے جبکہ مسلمانوں کی نمائندگی صرف قائدِ ملت پوری ذمہ داری اور دیانت داری کے ساتھ کر رہے تھے۔ بعض [illegible] کو اپنی خاص اہمیت جتانے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے صحافت کے ذریعے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے ایک سے زیادہ قائدین ہوں۔ یہ بات قومی مفاد کے خلاف تھی۔ گفت و شنید کو منقطع ہونے سے بچانا ضروری تھا۔ میں نے مطالبہ کرنے والوں سے رابطہ پیدا کر کے دوسرے ہی دن انہی کے مطالبے سے دستبرداری اور قائدِ ملت کی نمائندگی پر اعتماد کی قرارداد شائع کروادی۔

دوسری جنگِ عظیم کے دوران ہندوستان کی آزادی اور بالآخر تقسیم کی تجویزیں پیش ہو رہی تھیں۔ برطانوی حکومت نے کئی مشن ہندوستان بھیجے۔ گفت و شنید اور مباحث کے کئی دور ہوئے۔ مجبوراً تقسیم کی تجویز پر اتفاقِ رائے ہوا۔ مگر اس وقت تک قائدِ ملت قائدِ اعظم جناح کے دستِ راست ہو چکے تھے۔ ان کے فکر و عمل، مساعی اور جد و جہد سے مسلمانوں کا مفاد وابستہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اسی منزل پر میں نے قائدِ ملت سے کہا کہ اگر ملک کی تقسیم مقدر ہو چکی ہے تو یہ تقسیم تبادلۂ آبادی کی اساس پر ہونی چاہئے تاکہ مستقبل میں خطرناک مسائل پیدا نہ ہو جائیں۔

قائد ملت کو اس تجویز سے اصولاً اتفاق تھا۔ لیکن یہ علم ہوا کہ قائد اعظم متفق نہیں ہیں۔

میری یہ تجویز صحیح تھی یا غلط، اس کا فیصلہ وقت نے سنا دیا ہے مگر اس کے محرکات یعنی نہایت نیک انسانی ہمدردی اور اخلاص سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

۱۹۴۳ء میں بعنوان "دولت آصفیہ کا معاہداتی موقف" میں نے انگریزی میں ایک فلسکیپ کے دیڑھ سو صفحات پر مشتمل تحریر کیا تھا، تقریباً ایک ماہ کی مسلسل محنت، سلطنت آصفیہ کی تاریخ اور دیگر دستاویزات کے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ طے پائے ہوئے معاہدات کی ضخیم جلدوں کے مطالعہ کے بعد یہ مقالہ مکمل کیا گیا تھا۔ اس کا مسودہ قائد ملت نے دیکھا تو فرمایا "قدیم حیدرآباد کی دریافت کی مہم سر ہوئی"۔ تاریخ دستور، قانون بین الاقوام، قانون بین الممالک، معاہدات اور عملدرآمد کی روشنی میں مملکت آصفیہ کے آئینی موقف کی یہ دستاویز بڑی قیمتی تو ہوئی مگر تعداد اشاعت کی کمی کے باعث عنقا ہو گئی۔

انقلاب مصر سے پہلے وہاں شاہ فاروق کی حکومت تھی۔ مصطفیٰ نحاس پاشا وزیر اعظم تھے۔ اطلاع ملی کہ موصوف ہندوستان آنے والے ہیں۔ یہ بات یہاں کے سیاسی مفاد کے خلاف تھی۔ اس لئے قائد ملت نے ان سے خواہش کی کہ اس دورہ کو ملتوی کر دیں۔ نحاس پاشا نے دورہ ملتوی کر دیا اور ایک پیچیدہ مسئلہ سے نجات مل گئی۔

مملکت آصفیہ کے دستور اساسی پر نظر ثانی، ترمیم و اصلاح کے لئے حکومت نے ایک کمیشن قائم کیا تھا جو "آئینگار کمیشن" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کمیشن نے جو اصلاحات تجویز کیں ان میں سے بعض سفارشات سے عوام ناراض تھے۔ کمیشن کی رپورٹ موضوع بحث بن گئی تھی۔ میں نے ضروری سمجھا کہ مختلف نقاط نظر کی صراحت کے لئے جلسے منعقد کرنا چاہئیں۔ قائد ملت بھی متفق تھے۔ دارالسلام میں مسلسل تین جلسے "تشریح اصلاحات" کے عنوان سے منعقد کئے گئے۔ جلسوں میں عوام کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ دارالسلام کے اطراف و اکناف کے سارے علاقے اپنی کوتاہ دامنی کا شکوہ کر رہے تھے۔ ممتاز اور ماہر قانون دانوں نے کمیشن کی مجوزہ اصلاحات پر سیر حاصل تبصرے کئے۔ یہ جلسے حیدرآباد کی تاریخ کے یادگار جلسے ثابت ہوئے۔

مسلمانوں کے ایک قومی مرکز کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ نے قمر باغ دلوا دیا۔ حسب کی خریدی کے سلسلہ میں جا بجا کم و بیش کئی جگہ جلسے ہوئے، اپیلیں شائع ہوئیں، پرچم آصفی کے نقش سے مزین دیدہ زیب ٹکٹ طبع کرائے گئے، ان ٹکٹوں کی فروخت کا انتظام کیا گیا۔ مختصر یہ کہ قمر باغ کی خریدی کا مرحلہ طے ہوا۔ قائد ملت نے اس کا نام "دارالسلام" رکھا۔ یہ دارالسلام عروج و زوال کی منزلیں طے کرتا ہوا آج اپنی چالیس سالہ سرگزشت زبان حال سے سنا رہا ہے، اس نے قوم کے اچھے دن بھی دیکھے اور برے دن بھی۔ اس کی وسیع و عریض چار دیواری میں

مقدمات کے فیصلے بھی ہوئے اور مشیت الٰہی کا پیچ و خم بھی دیکھا گیا، فتح و شکست کے منظر بھی دیکھے گئے اور مختاری و مجبوری کے نقوش بھی!

مجلس اتحاد المسلمین کے نام سے ایک جماعت برسوں سے قائم تھی جس دور میں میرا ربط قائم ہوا بلکہ میں نے باضابطہ شرکت کی اس دور میں محمود نواز خاں صاحب اور ابوالبیان خواجہ بہاؤالدین حیدرآبادی اس کے صدر و معتمد تھے۔ مجلس کے دستور میں صدر کا عہدہ نہیں تھا۔ خواجہ بہاؤالدین صاحب معتمد تھے۔ قائد ملت نے ذمہ دارانہ کام شروع کیا اسی دور میں سرگرمی کے ساتھ شریک کار رہا۔ خواجہ بہاؤالدین صاحب پتھر گٹی کی ایک دکان میں کتابوں کے کاروبار کرتے تھے۔ صبح سے شام تک وہیں رہتے تھے۔ مجلس کا سارا کام نواب صاحب کی ڈیوڑھی میں ہوتا تھا۔ اس کام کا تحریری شعبہ میرے تفویض تھا۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک رہا اس کے بعد مجلس کے انتخابات ہوئے تو مولوی محمد یامین زبیری صاحب ایڈوکیٹ مرکزی مجلس کے معتمد عمومی بنائے گئے۔ ان کی وکالت کی مصروفیات کی وجہ سے ان کے دور میں بھی تحریری کام میرے تفویض رہا۔ جب وہ باب حکومت میں اپنے متوسل ساتھی وکلاء کے ساتھ صدر المہام مقرر ہوئے تو معتمدی سے استعفیٰ دیکر میرے پاس آئے، میرے احسان مند اور شکر گزار ہونے کا اقرار کیا۔ میں نے کہا "جو کام کیا اور کر رہا ہوں وہ کسی فرد کے لئے نہیں ملت کے لئے کر رہا ہوں اس کا اجر اللہ کے پاس ہے۔"

مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ اجلاس بڑے اہتمام اور عظیم الشان پیمانہ پر دارالسلام میں منعقد ہوتے تھے۔ اس کی تیاریاں مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے سے شروع ہو جاتی تھیں۔ خود قائد ملت اپنے رفقائے خاص کے ساتھ روزانہ بہت زیادہ وقت دارالسلام میں گذارتے تھے۔ کام کی نگرانی بھی ہوتی تھی اور ضروری ہدایات بھی جاری کی جاتی تھیں۔ مجلس کا سالانہ جلسہ رفتہ رفتہ ایک قومی عید کی شکل اختیار کر گیا۔ قائد ملت سے لیکر والنٹیروں تک سب مصروف رہتے تھے۔ ہر شخص پوری توجہ، ذمہ داری اور دلچسپی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتا تھا۔

جب میں نے قومی کام کا آغاز کیا تھا تو خیال ہوا کہ جو احباب اس حلقہ میں اشتراک عمل کر سکتے ہیں انہیں جمع کر کے قائد ملت سے روشناس کرائیں اور عمل کی ترغیب دیں۔ اس کے لئے اپنی قیام گاہ پر ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ کم و بیش سو احباب شریک تھے۔ ان میں اکثریت وکیلوں اور تاجروں کی تھی۔ قائد ملت نے مخاطب فرمایا اور تعاون کی اپیل فرمائی۔ اس کا اچھا اثر ہوا۔ ان احباب کا تعاون ملا۔ مجلس اتحاد المسلمین کی تنظیم مستحکم ہوتی گئی جس کے تعلق سے قائد ملت عام جلسوں میں اعلان فرماتے تھے کہ مجلس صوبہ سرحد کی مسلم لیگ کی مانند ہے جو ایک مخلص، درد مند اور فعال نوجوان (حسینی فیض صاحب) کی جہد مسلسل کا نتیجہ ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اس جد و جہد پر مجھے فخر و ناز ہے۔ میری تقریر اور

حسینی صاحب کی تحریر بالا سے حیاتِ قومی کا ایک پہلو اور نظم ظہور پذیر ہوتا ہے

چند دن بعد قائدِ ملت نے مجلس اتحاد المسلمین کے دستورِ اساسی پر نظرِ ثانی اور توسیع پذیر کام کی بنیاد پر پورے ممالک محروسہ سرکارِ عالی کے لئے یکساں دستور مرتب و مدوّن کرنے کا فریضہ میرے سپرد فرمایا۔ میں نے اس کام کی تکمیل کے بعد مسودہ ان کے تفویض کر دیا۔ مجلس شوریٰ کی منظوری کے بعد اس دستور کی اشاعت عمل میں آئی اور پوری مملکت کے لئے نافذ العمل قرار دیا گیا۔

مجلس اتحاد المسلمین کی تنظیم اور اس کے کام کا وسیع پیمانہ پر آغاز ہو چکا تھا۔ مختلف فرقے اور طبقے مجلس کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ شیعہ برادری کی مؤثر نمائندگی کی ضرورت تھی۔ قائدِ ملت متفکر تھے۔ میری یہ رائے تھی کہ ایک نوجوان تعلیم یافتہ مقرر کو مجلس کی عاملہ میں شریک کریں۔ نام میرے ذہن میں تھا۔ حسبِ معمول صبح دیوڑھی پہنچا۔ قائدِ ملت اپنے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ شیعہ برادری کی نمائندگی کے لئے کیا تجویز ہے؟ جواب ملا کہ ابھی کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ میں نے اپنے ہمسایہ مخلص و بزرگ جناب رضا حسین صاحب، رشید ترابی کا ذکر کیا۔ ان کے تعلق سے اپنے تجربے و تاثرات بیان کئے۔ میرے تعارف پر قائدِ ملت نے کہا کہ جب آپ ستائش و سفارش فرما رہے ہیں تو اب تامل کی کیا بات ہے، مجلسِ عاملہ کا رکن نامزد کر دیتا ہوں باقی باتیں آپ جانیں۔ دیوڑھی سے واپسی کے بعد شام میں رشید ترابی صاحب سے ملاقات کی اور عاملہ کی رکنیت سے مطلع کیا۔ میرے کہنے پر یقین تو ہو گیا لیکن حیرت بھی ہوئی۔ رشید صاحب نے میرا شکریہ ادا کیا۔ جب تک حیدرآباد میں رہے مجلس اور مسلمانوں کی مخلصانہ خدمات انجام دیں۔ میں نے سیرۃ النبیؐ کا ایک جلسہ منعقد کیا جس میں مہمانِ خصوصی قائدِ ملت، مولوی ابوالحسن سید علی صاحب، ڈاکٹر حمید اللہ اور دیگر حضرات کو دعوت دی کہ سیرۃ کے مختلف عنوانات پر تخاطب کریں۔ بازار الوزرا الامراء کا یہ جلسہ نہایت شاندار اور کامیاب رہا۔ اس کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ پہلی مرتبہ جناب رشید ترابی اور مولوی ابوالحسن سید علی نے سیرۃ النبیؐ کے پلیٹ فارم سے عوام کو مخاطب کیا۔ قائدِ ملت نے اس اہتمام کی ستائش فرمائی۔

میرے کام کی ذمہ داریوں کا اندازہ کیجئے۔ قائدِ ملت کے ساتھ تحریری کام، مرکزی مجلس کے معتمد عمومی سے متعلقہ اکثر و بیشتر تحریریں، خود اپنے علمی و قومی فرائض، مقالہ نگاری، مضمون نویسی اور تراجم۔ اس کے علاوہ مولوی سید اشرف محی الدین صاحب مدیر اخبار رہبر دکن نے اپنے اخبار کے لئے ہر ہفتہ حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کی ذمہ داری عائد کر رکھی تھی۔ یہ کام بھی پابندی سے ہو رہا تھا۔

تحریری کام بڑھ جاتا تو قائدِ ملت حیدرآباد سے باہر اپنی جاگیر لال گڑھی کا رُخ کرتے تاکہ وہاں کی پرسکون فضا میں اطمینان سے کام کریں۔ ایسے ایک موقع پر موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ لوگ یہاں کام کرنے نہیں دیتے، چلئے لال گڑھی چلیں۔ ایک دو دن میں کام کرکے واپس ہو جائیں گے۔ دوسرے دن مختصر سا قافلہ لال گڑھی پہنچا۔ میرے اور نواب صاحب کے علاوہ شاہ عالم خان صاحب، بچکن خان صاحب اور دو ملازمین تھے۔ ناشتہ کے بعد کام شروع ہوا۔ تبلیغ اسلام کانفرنس بمبئی کے خطبہ صدارت کے علاوہ بعض اہم خطوط کے جوابات لکھے گئے۔ ظہر کی نماز اور دوپہر کے کھانے کے بعد کام کا سلسلہ رہا۔ پھر نمازِ عصر اور چائے کے وقفہ کے بعد بیٹھ گئے تو مغرب تک لکھنے میں مشغول رہے۔ مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد مختلف امور میں تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ رات آرام کرنے کے بعد نواب صاحب صبح سے پہلے بیدار ہوئے، وہ وضو کر رہے تھے کہ میں اٹھا۔ مجھ سے فرمایا "طہارت کے لئے پانی رکھوا دیا ہے، جلدی سے تیار ہو جائیے"۔ میں نے کہا "نواب صاحب معاف کیجئے، یہ آپ نے کیا کیا؟" فرمایا "کچھ نہیں، تیار ہو جائیے"۔

ان کی عالی ظرفی اور شرافتِ نفس سے اب تک متاثر ہوں۔ سچ ہے کہ آدمی کی بڑائی اخلاق و کردار سے ظاہر ہوتی ہے۔

دوسرا دن بھی لال گڑھی میں گذرا۔ تحریری کام کی مصروفیات اور نمازوں کی ادائی کے ساتھ۔ دوسرے دن شام میں حیدرآباد واپس ہوئے۔ لال گڑھی کے قیام کے دوران ساری نمازیں میری امامت میں ادا ہوئیں۔ جب میں نے عذر کیا تو فرمایا: "آپ سید آلِ نبی ہیں، امامت آپ ہی کو مبارک"۔

مسلم لیگ کی سالانہ کانفرنس جو لاہور میں منعقد ہوئی تو قائدِ ملت کے ساتھ شرکت کا موقع ملا۔ قائدِ اعظم کی تقریر سنی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زبان و لہجہ کے لحاظ سے ایک انگریز اور سوز و دروں کے اعتبار سے ایک مردِ مومن بول رہا ہے۔ حیدرآباد میں بھی ایک دو مرتبہ قائدِ اعظم کو سننے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہ انگریزی میں مخاطب کرتے تھے اور قائدِ ملت اردو میں اس کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

ایک مرتبہ قائدِ ملت کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب [illegible] نے ڈاکٹروں کے مشورہ پر تبدیلیِ مقام کے لئے کہا تو چند دن وہ ان کے مکان موسومہ نیاز منزل میں رہے۔ نواب صاحب اپنی ڈیوڑھی سے بازار سے میزبان کے پاس پہنچے اور اپنی کار میرے پاس روانہ فرمائی کہ ایک دن ان کے ساتھ وہاں گزاروں۔

قائدِ ملت کے پاس دو بشیرہ دعوتوں میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ ایک مرتبہ

رمضان شریف میں افطار پر، دوسری مرتبہ لو رسپشن ڈاکٹر بہادر خان کی واپسی کے استقبالیہ میں، تیسری مرتبہ اس عشائیہ میں جو قائدِ اعظم کے اعزاز میں ترتیب دیا گیا تھا۔ دراصل یہ بات میں نے قائدِ ملت پر اتنے اوّل ہی میں واضح کر دی تھی کہ میں دعوتوں میں نہیں جایا کرتا۔ جو کام اللہ کی رضامندی اور خوشنودی [redacted] کی نیت سے کرتا ہوں اس کے لئے سواری کا انتظام بھی قبول نہیں کرتا۔ چنانچہ موصوف کے ساتھ کافی عرصہ تک قومی کام انجام دیتا رہا مگر سواری کے انتظام کی پیشکش منظور نہیں کی۔

حیدرآباد کی تاریخ میں ایک اہم اور نازک وقت آیا۔ برطانیہ کے حکمرانوں نے اپنی سالگرہ کی مسرت میں ولیعہد دولتِ آصفیہ نواب اعظم جاہ کو دوسرے کئی معززین کے ساتھ ایک اعزاز دیا۔ غالباً جی، سی، ایس، آئی کا۔ یہ اعزاز اعلیٰحضرت حضور نظام کے اقتدارِ اعلیٰ کے لئے ایک چیلنج تھا کیونکہ وہ اندرونی معاملات میں اپنے آپ کو مقتدرِ اعلیٰ سمجھتے تھے۔ معاہدات کی روشنی میں یہ بات صحیح بھی تھی۔ لیکن اب ایک مسئلہ پیدا ہو چکا تھا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ اجلاس کے خطبۂ صدارت میں ایک پیرا گراف کا اضافہ کر کے اس اعزاز کو دارالسلام کے پلیٹ فارم سے واپس کر دیں۔ اعزاز کی اس طرح واپسی فتنۂ عظیم ثابت ہوئی۔ حیدرآباد سے دہلی اور دہلی سے لندن تک اضطراب و تجسس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ حضور نظام ایک عوامی لیڈر کے کسی اقدام کے ذمہ دار نہیں تھے ——— اور عوامی لیڈر کون تھے؟ موروثی جاگیردار، منصب دار، جمعدار، رکنِ جمعیت، خطاب یافتہ، نوبت نقارہ اور دیگر اعزازات کے حامل!

واپسیٔ اعزاز کی ذمہ داری ظاہر ہے کہ حضور نظام قبول نہیں کر سکتے تھے، قائدِ ملت قبول کر لیں تو اس کے معنی ہیں ایثار و قربانی! مسئلہ بہرصورت حل طلب ہو گیا تھا۔ قائدِ ملت نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ میرے لئے اس کا جواب دشوار تھا۔ یوں بھی مجھے قائدِ ملت کے نجی اور خاندانی معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اسلام اور ملت کی خدمت کی حد تک ہم ایک دوسرے کے شریکِ کار تھے۔ میں نے کہا اس اہم مسئلہ میں اپنے ارکانِ خاندان سے مشورہ کر لیں۔ کوئی اور صورت مناسب نہیں۔ قائدِ ملت کا اصرار تھا کہ میں اپنی شخصی رائے کا اظہار کروں۔ وہ مجھ پر غیر معمولی اعتماد کرتے تھے۔ سوال و جواب کے یہ لمحات ممکن نہیں کہ فراموش ہو سکیں۔ ان آزمائشی لمحات میں مجھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا یہ ارشاد مبارک یاد آیا کہ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت داری
سے مشورہ دے) میں نے جواب دیا بہتر یہی ہے کہ جاگیر، خطاب اور اعزازات سے
دستبردار ہو جائیں۔ اس سے قائد ملت کی ہردلعزیزی، وقار اور قبول عام میں بے انتہا
اضافہ ہو جائے گا بلکہ وہ ملت اسلامیہ کے عظیم المرتبت قائد و رہنما ثابت ہوں گے۔
میرے اس جواب کے دوسرے ہی روز قائد ملت نے معروضہ تحریر کر کے اعلیٰ حضرت کی خدمت
میں روانہ فرما دیا۔ اس موقع پر شاہ عالم خان صاحب بھی تھے۔ دوسرے دن اخبارات
میں یہ خبر شائع ہو گئی۔ اب قائد ملت جاگیر، خطاب اور اعزازات سے
بے نیاز ہو کر صرف "محمد بہادر خان" رہ گئے اور اپنے انتقال تک "محمد بہادر خان"
ہی رہے۔ اس طرح بڑی خوبی سے اعزازات کی واپسی کا قضیہ ختم ہوا۔

بہ زیر شاخ گل افعی گزیدہ بلبل را
نوا گران نخوردہ گزند را چہ خبر؟

میں نے حیدرآباد اور علی گڑھ میں دیکھا کہ قائد ملت بڑی محویت کے عالم میں
عبادت کرتے، دعائیں مانگتے، سربسجدہ ہو کر روتے، اسلام اور امت محمدی
کے لئے تڑپتے اور بے قرار ہو جاتے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور
جوار رحمت میں جگہ دے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را!

فقط
سعیدہ [illegible]

المرقوم ۲۷ رشعبان المعظم ۱۴۰۶ھ
م ۲۷ راپریل ۱۹۸۶ء دوشنبہ

قصہ یہ ہے کہ پرتگیزوں نے چوڑے کے برابر زمین مانگی۔ بعد میں چوڑے [illegible] ایک چمڑے کو کتر [illegible] کے طول کے برابر زمین حاصل کی اور [illegible] ایک مضبوط سنگین ح[illegible] توپیں نصب کر دیں اور یوں ملک [illegible] تیاری شروع کر دی [illegible]

بہادر نظام [illegible]

[illegible] کے نظام شاہی [illegible] [illegible] نظام شا[illegible] [illegible] الحج [illegible] [illegible] ست ١٥٩٥ء میں [illegible] احمد نگر [illegible]۔ جنہوں نے اپنے چچا برہان [illegible] پر میاں منجو کا قبضہ تھا۔ اس نے بہ[illegible] بادشاہ تسلیم کر لیا۔ شہزادے کے مخا[illegible] ہونے گجرات کے حاکم سلطان مراد سے مدد طلب [illegible] میں وہ اس کامیاب ہوئی تو وہ سلطنت مغلیہ کا باجگزار [illegible] تھی اس شرط کو منظور کر لیا اور احمد نگر پر بڑی جمعیت [illegible] قبل اس کے کہ شاہی فوج مدد کو پہنچتی وہ اپنے [illegible] میاں منجو سلطان مراد سے مدد مانگنے پر بہت [illegible] سلطنت مغلیہ کا باجگزار بننا پڑے۔ اس نے [illegible] کر دی۔ شہر کو چاند بی بی جو بہادر نظام [illegible] کے سپرد کیا اور خود لشکر فراہم کرا[illegible] ولندیزوں [illegible] اپور سے کمک طلب کرنے [illegible] ١٠٠٤ھ/١٥٩٥ء [illegible] نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا [illegible] محاصرے کی بڑی [illegible] اس نے خود [illegible] سپہ سالاری کے فرا[illegible] آخر کار سلطان مراد نے ہم[illegible] میں قلت رسد اور بیجاپور [illegible] فوج کی آمد کی وجہ سے چاند بی بی سے خراج قبول کر کے محا[illegible] ١٠٠٩ھ/١٦٠٠ء میں مغلوں نے احمد نگر کو فتح کر [illegible] شاہ کو اس کے خاندان سمیت گوالیار کے قلعے میں ہمیشہ ہمیشہ کے [illegible]

بہادر یار جنگ

(٢٩ ذی قعدہ ١٣٢٢ھ/٣ فروری ١٩٠٥ء - ٣ رجب ١٣٦٣ھ/٢٥ جون ١٩٤٤ء) حیدر آباد دکن کے نواب، مسلمانوں کے رہنما اور تحریک پاکستان کے پرجوش مبلغ اور خطیب، خطاب قائد ملت اور لسان الامت تھا۔ والد کا نام نواب نصیب یار جنگ تھا۔ حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ اصلاً ایک افغانی قبیلے سدوزئی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ جن کا نام بھی محمد بہادر خان تھا۔ احمد شاہ ابدالی کے زمانے میں ہندوستان آئے اور قصبہ بارہ وبستی ریاست جے پور میں سکونت اختیار کر لی۔ نواب سکندر جاہ کے عہد میں یہ لوگ حیدر آباد دکن پہنچے مرہٹوں کی شورشوں سے نجات حاصل کرنے میں حکومت وقت کا بڑی دلیری سے ساتھ دیا اور اس کے عوض تقریباً ٣ لاکھ کی جاگیر دو ہزار سوار اور بہت سے اعزازات سے نوازے گئے۔ آصفجاہی سلاطین سے اس خاندان کی وفاداری ہمیشہ غیر متزلزل رہی اور ہر دور میں ان کے اعزازات میں ترقی ہی ہوتی گئی۔

چنانچہ نواب بہادر یار جنگ نے ایک بڑے اونچے گھرانے میں آنکھیں کھولیں سات روز کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کے بعد نانی نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور چودہ سال تک نواب کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہیں۔ مشرقی علوم کی تحصیل میں آپ نے بڑے بڑے جید علماء کی صحبت سے استفادہ کیا اور بہت جلد ان علوم میں مہارت حاصل کر لی۔ مغربی علوم حاصل کرنے کے لیے [illegible] درسگاہوں میں داخلہ لیا جہاں امراء کے بچے باقاعدہ تعلیم پاتے تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر تھی کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ اس وقت میٹرک کے طالب علم تھے چنانچہ تعلیم کا سلسلہ ترک کرنا پڑا اور اپنی آبائی جاگیر کے انتظام و انصرام کی ذمہ داریاں سنبھالنا پڑیں۔ آپ نے کفایت شعاری اختیار کی اور سادہ سے سادہ زندگی گزارنا شروع کیا۔ ١٣٤٥ھ/١٩٢٦ء میں بیت اللہ کا حج کیا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد پورے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا اور حجاز، فلسطین، شام، مصر، ترکی، ایران، وسط ایشیا اور افغانستان کے بارے میں با تفصیل اپنے تاثرات بیان کیے۔ اسی زمانہ میں خواجہ حسن نظامی نے آپ کو [illegible] کے لقب سے نوازا۔

نواب صاحب نے تبلیغ اسلام کو اپنا مشن بنایا۔ ١٣٤٦ھ/١٩٢٧ء میں آپ مجلس تبلیغ اسلام کی بنا ڈالی۔ اس سلسلہ میں [illegible] حیدر آباد کے گاؤں گاؤں میں دورے کیے۔ مشقتیں برداشت کیں اور تقریباً ٢٠ ہزار افراد اسلام کی روشنی میں آنے کا باعث بنے۔ آپ نے دیہات میں اضلاع میں اور شہروں میں تبلیغ کے لیے تربیت یافتہ مبلغین مقرر کیے۔ نواب ان سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ قائم رکھتے اور ضروری ہدایات دیتے۔ آپ کو قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔ ہر روز فجر کی نماز کے بعد اپنی زیر [illegible] مسجد میں تفسیر کا درس دیتے رہے۔ تفسیر کے ساتھ تاریخ اسلام سے مسلمانوں کی ناواقفیت کو دور کرنے کے لیے آپ نے اپنی بصیرت افروز تقاریر کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

بقول محمد عبدالباری صدیقی، کتنی موہ لینے والی شخصیت تھی۔ جلال و جمال کی رعنائیوں کا پیکر۔ جلال میں کوہ آتش فشاں اور جمال میں نرم و سبک رو چشمہ۔ جس کے سینے میں چیتے کا جگر تھا اور جس کی نظر شاہین کی نظر تھی۔ اقبال کے مرد مومن کا جیتا جاگتا پیکر ایسا میر کارواں تھا جس کی نگاہ بلند اور جس کا سخن دلنواز تھا جو خاکی تھا لیکن سیمابی صفت سے مزین تھا اور جس کی سرشت میں کوئی دہقانی تھی۔ نواب بہادر یار جنگ جب محو گفتگو ہوتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ کلام پاک کی تفسیر بیان کرتے تھے تو چہرے سے فرشتوں کا تقدس ٹپکتا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی ابھی قرآن حکیم نازل ہو رہا ہے۔

نواب صاحب کا خیال تھا کہ جمود اور کوتاہیوں اور غفلت شعاریوں کے مسلمانوں کی سب سے زیادہ غفلت نظام عسکریت سے بے اعتنائی ہے۔ چنانچہ جب علامہ مشرقی نے مسلمانوں کی عسکری تنظیم و تربیت کے لیے خاکسار تحریک کا آغاز کیا تو نواب مرحوم اس تحریک سے وابستہ ہو گئے اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ لیکن جب علامہ مشرقی کے سیاسی رجحانات میں ضعف آگیا اور ان کی گاندھی سے مفاہمت ہوئی تو نواب صاحب نے خاکسار تحریک سے علیحدگی اختیار کر لی۔

مجلس اتحاد المسلمین جو ١٩٢٣ء سے پہلے ایک مذہبی جماعت تھی نواب صاحب کی کوششوں اور توجہات کی بدولت ریاست حیدر آباد کے مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت بن گئی۔ نواب پہلی بار ١٩٣٩ء میں مجلس کے صدر منتخب کیے گئے اور پھر ہر سال ملت نے آپ پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا۔

نواب بہادر یار جنگ کا شمار برعظیم پاک و ہند کے ان عظیم المرتبت مشاہیر میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی ہندی مسلمانوں کے مذہبی تہذیبی اور فکری اقدار کے تحفظ اور اتحاد المسلمین کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ ایک سچے مسلمان تھے اور عاشق رسول تھے اتحاد بین المسلمین اور تحریک پاکستان پر پورا پورا اعتماد رکھتے تھے۔ قرآن مجید کی تبلیغ ان کی زندگی کے اولین مقاصد میں سے ایک تھا۔

جابر و ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا نواب مرحوم کا جزو ایمان تھا۔ آپ سچے

[illegible] کے نظام شاہی [illegible] والد کا

بہادر نظام [illegible]

[illegible] ہیم نظام شا[illegible]
اگست ۱۵۹۵ء میں [illegible] احمد نگر [illegible] گئے۔ جنہوں
نے اپنے چلے بڑے [illegible] نگر پر یہاں منجو کا
قبضہ تھا۔ اس نے بہا[illegible] بادشاہ تسلیم کر
لیا۔ شہزادے کے مقا[illegible] ہونے گجرات کے حاکم
سلطان مراد سے مدد طلب [illegible] مدد سے کامیابی ہوئی تو
وہ سلطنت مغلیہ کا باجگزار [illegible] نے بھی اس شرط کو منظور کر لیا
اور احمد نگر پر بڑی جمعیت [illegible] قبل اس کے کہ فتح ہو [illegible]
مدد کو پہنچی وہ اپنے نوا[illegible] ب میاں منجو سلطان مراد سے
مدد مانگنے پر بہت [illegible] ت مغلیہ کا باجگزار بننا
پڑے۔ اس نے [illegible] کر دی۔ شہر کو چاند بی بی
جو بہادر نظام کی [illegible] کے سپرد کیا اور خود لشکر
فراہم کرا[illegible] لکنڈہ [illegible] اپور سے کمک طلب
کرنے [illegible] ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۵ [illegible] نے احمد نگر کا محاصرہ
کر[illegible] محاصرے کی بڑی [illegible] ۔ اس نے خود
[illegible] سپہ سالاری کے فرا[illegible] آخر کار سلطان مراد
نے [illegible] میں قلت رسد اور بیجاپور [illegible] فوج کی آمد
کی وجہ سے چاند بی بی سے خراج قبول کر کے [illegible]
۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں مغلوں نے احمد نگر کو فتح کر [illegible] شاہ کو اس
کے خاندان سمیت گوالیار کے قلعے میں ہمیشہ ہمیشہ کے [illegible]

بہادر یار جنگ

(۱۰ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ/۳ فروری ۱۹۰۵ء - ۴ رجب ۱۳۶۳ھ/۲۵ جون ۱۹۴۴ء) حیدر آباد دکن کے نواب، مسلمانوں کے رہنما اور تحریک پاکستان کے پرجوش مبلغ اور خطیب، خطاب قائد ملت اور لسان الامت تھا۔ والد کا نام نواب نصیب یار جنگ تھا۔ حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ اصلاً ایک افغانی قبیلے سدوزئی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ جن کا نام بھی محمد بہادر خان تھا۔ احمد شاہ ابدالی کے زمانے میں ہندوستان آئے اور قصبہ بارہ بستی ریاست جے پور میں سکونت اختیار کر لی۔ نواب سکندر جاہ کے عہد میں یہ لوگ حیدر آباد دکن پہنچے مرہٹوں کی شورشوں سے نجات حاصل کرنے میں حکومت وقت کا بڑی دلیری سے ساتھ دیا اور اس کے عوض تقریباً ۴ لاکھ کی جاگیر دو ہزار سوار اور بہت سے اعزازات سے نوازے گئے۔ آصفجاہی سلاطین سے اس خاندان کی وفاداری ہمیشہ غیر متزلزل رہی اور ہر دور میں ان کے اعزازات میں ترقی ہی ہوتی گئی۔

چنانچہ نواب بہادر یار جنگ نے ایک بڑے اونچے گھرانے میں آنکھیں کھولیں سات روز کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کے بعد نانی نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور چودہ سال تک نواب کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہیں۔ مشرقی علوم کی

کفایت شعاری اختیار کی اور سادہ سے سادہ زندگی گزارتے۔ ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء میں بیت اللہ کا حج کیا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد پورے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا اور حجاز، فلسطین، شام، مصر، ترکی، ایران، وسط ایشیا اور افغانستان کے بارے میں تفصیل سے اپنے تاثرات بیان کئے۔ اسی سفر پر حضرت حسن نظامی نے آپ کو ابن [illegible] کے لقب سے نوازا۔

نواب صاحب نے تبلیغ اسلام کو اپنا مشن بنایا۔ ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء میں آپ نے مجلس تبلیغ اسلام کی بنیاد ڈالی اور مسلسل نو سال تک حیدر آباد کے گاؤں گاؤں میں دورے کئے مشقتیں برداشت کیں اور تقریباً بیس ہزار انسانوں تک اسلام کی روشنی پہنچانے کا باعث بنے۔ آپ نے دیہات میں، اضلاع میں اور شہروں میں تبلیغ کے لئے تنخواہ یاب مبلغین مقرر کئے۔ نواب ان سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ قائم رکھتے اور ضروری ہدایات دیتے۔ آپ کو قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔ ہر روز فجر کی نماز کے بعد اپنی زنانی ڈیوڑھی کی مسجد میں تفسیر کا درس دیتے رہے۔ تفسیر کے ساتھ تاریخ اسلام سے مسلمانوں کی ناواقفیت کو دور کرنے کے لئے آپ نے اپنی بصیرت افروز تقاریر کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

بقول محمد عبد الہادی صدیقی، نکتہ پرور ہنسنے والی شخصیت تھی۔ جلال و جمال کی رعنائیوں کا پیکر۔ جلال میں کوہ آتش فشاں اور جمال میں نرم و سبک سیر چشمہ۔ جس کے سینے میں چیتے کا جگر تھا اور جس کی نظر شاہین کی نظر تھی۔ اقبال کے مرد مومن کا جیتا جاگتا پیکر ایسا پیکر وہ تھا جس کی نگاہ بلند اور جس کا سخن دلنواز تھا جو خاکی تھا لیکن سیمابی صفت سے مزین تھا اور جس کی سرشت میں کوئی رمہتابی تھی۔ نواب بہادر یار جنگ جب محو گفتگو ہوتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ کلام پاک کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ تو ہر سمت فرشتوں کا تقدس چھا جاتا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ اردو میں قرآن حکیم نازل ہو رہا ہے۔

نواب صاحب کا خیال تھا کہ جمود اور کوتاہیوں اور غفلت شعاریوں کے مسلمانوں کی سب سے زیادہ غفلت نظام عسکریت سے بے اعتنائی ہے۔ چنانچہ جب علامہ مشرقی نے مسلمانوں کی عسکری تنظیم و تربیت کے لئے خاکسار تحریک کا آغاز کیا نواب مرحوم اس تحریک سے وابستہ ہو گئے اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ لیکن جب علامہ مشرقی کے سیاسی رجحانات میں ضعف آ گیا اور ان کی گاندھی سے مفاہمت ہوئی تو نواب صاحب نے خاکسار تحریک سے علیحدگی اختیار کر لی۔

مجلس اتحاد المسلمین جو ۱۹۲۲ء سے پہلے ایک مذہبی جماعت تھی نواب صاحب کی کوششوں اور توجہات کی بدولت ریاست حیدر آباد کے مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت بن گئی۔ نواب پہلی بار ۱۹۳۹ء میں مجلس کے صدر منتخب کئے گئے اور پھر ہر سال ملت نے آپ پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا۔

نواب بہادر یار جنگ کا شمار برعظیم پاک و ہند کے ان عظیم المرتبت مشاہیر میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی ہندی مسلمانوں کے مذہبی تہذیبی اور فکری اقتدار کے تحفظ اور اتحاد المسلمین کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ ایک سچے مسلمان تھے اور عاشق رسول تھے اتحاد بین المسلمین اور تحریک پاکستان پر پورا پورا اعتماد رکھتے تھے۔ قرآن مجید کی تبلیغ ان کی زندگی کے اولین مقاصد میں سے ایک تھی۔

جابر و ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا نواب مرحوم کا جوہر امتیاز تھا۔ آپ سچے

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

مرتبہ

سید قاسم محمود

مقام اشاعت - لاہور

سنہ اشاعت - [illegible]

مقرر میں زبردست دبدبہ کی کبھی کم نہ سکا تقدیر کی نذر و تعبیر تھے۔
آپ نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں بے انتہا قربانیاں دیں۔ آپ وشوں ناگزیر

قائد اعظم کے رفیق - نواب بہادر یار جنگ

محمد علی جناح کے قریب ترین ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ آپ ہی کی تحریک پر آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

بہار ہندوستان کا ایک شہر اور اسی نام کا صوبہ۔ اس صوبے کے مغرب میں اترپردیش اور مدھیہ پردیش شمال میں نیپال، مشرق میں بنگال اور بنگلہ دیش اور جنوب میں اڑیسہ واقع ہے۔ بہار اشوک سلطنت کا مرکز تھا اور اسے مغل ہند کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کا دارالحکومت پٹنہ ہے عہد قدیم میں بہار بدھ مت کا گہوارہ تھا۔
صوبے کا نام شہر بہار کے نام پر رکھا گیا ہے۔ بہار شہر آج کل کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ اس کے اردگرد بدھ مت کی خانقاہیں تھیں۔ یہ صوبہ انگریزوں کے زمانے میں ١٧٦٥ء سے بنگال کے حاکم کے تحت رہا۔ ١٩١٢ء میں بہار اور اڑیسہ کو بنگال سے جدا کر کے دو صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا اور بہار کا انتظامی حیثیت سے اڑیسہ کے ساتھ الحاق کر دیا گیا۔ ١٩٣٦ء میں بہار اور اڑیسہ کو دو علیحدہ صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ١٩٤٧ء میں جب ہندوستان آزاد ہو گیا تو صوبہ بہار بھی ایک الگ مستقل صوبہ بن گیا۔ نومبر ١٩٥٦ء میں صوبے کی حدود نئے سرے سے متعین کی گئیں۔ صوبہ بہار کا موجودہ کل رقبہ ٦٧١٩٨ مربع میل ہے اور آبادی چھ کروڑ کے قریب ہے۔
٥٨٩ھ/١١٩٣ء میں اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے شہر بہار کو فتح کیا اور وہ قطب الدین ایبک کے زیر سیادت اسی کے قبضے میں رہا۔ ٧٣٠ھ/١٣٣٠ء میں محمد بن تغلق نے بہار کو دہلی کی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ٧٩٩ھ/١٣٩٦ء میں بہار کو جون پور سے ملحق کر دیا گیا۔ ٩٠٣ھ/١٤٩٧ء میں سکندر لودھی کے حملے کے بعد بہار کو دہلی کی سلطنت میں شامل [illegible] کے خطوط سے تیرہ جنوبی اور بعد شاہان بنگال کے قبضے میں چلا گیا۔ اور جب [illegible] مغلوں کا بنگال پر قبضہ ہوا بہار ان کے قبضے میں رہا۔ [illegible] ٩٤٥ھ/١٥٣٨ء میں ہمایوں کے عہد میں بہار ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ [illegible] مرکزی تھیں اور یہ صوبہ بنگال کے تحت تھا اس صوبے کا صدر مقام پٹنہ بہار رہا تھا۔ [illegible] پٹنہ دہلی سے [illegible] جھگڑوں میں شیر شاہ نے [illegible] کو صدر مقام قرار دیا۔ اس کے اور [illegible] اور ہمایوں کے درمیان معرکہ ١٥٣٩ء میں ہوا تھا۔ اکبر کے ابتدائی عہد حکومت میں بہار پر ایک خاندان مسلمان [illegible] حکومت کرتا تھا۔ [illegible] ١٥٧٦ء میں یہ اور بہار دوبارہ اکبر کے زیر اقتدار آ گئے اور [illegible] مغلوں کے قبضے میں رہا۔ ١٧٦٥ء میں جب بنگال سے ساتھ شامل تھا انگریزوں کے قبضے میں آ گیا۔ ١٩٤٧ء کے بعد مسلمانوں کی اکثریت بہار سے [illegible] میں سے اکثر ١٩٧١ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد سابق مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) سے پاکستان کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ موجودہ شہر بہار کی آبادی ١٩٠٤ء میں ایک لاکھ سے کچھ زیادہ تھی۔
صوبہ بہار [illegible] مقبرہ شیر شاہ سوری بڑی شہرت کا حامل ہے یہ مقبرہ ایک عظیم مصنوعی جھیل کے بیچ دریائے سون کے کنارے بلندی پر موجود ہے۔ یہ سوریوں کے عہد حکومت میں سب سے بڑے ماہر تعمیرات علی وال خان نے بنایا تھا اس کے علاوہ رہتاس کا قلعہ جو شیر شاہ نے ایک ہندو راجہ سے چھینا تھا۔ اور ایک جامع مسجد کی تعمیر بھی شیر شاہ سے منسوب کی جاتی ہے۔ مونگیر کا قلعہ بھی ایک یادگار عمارت ہے۔ اس کے علاوہ پالامہ کے قلعے اور نیا قلعہ جو اپنے شاندار ناگپوری دروازے پر نازاں ہے۔ مخدوم شاہ دولت کا مزار بھی جو چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے لائق تحسین ہے۔
بہار کو اسلامی دور میں علمی اور ثقافتی لحاظ سے ایک مرکز کی حیثیت حاصل رہی ہے۔
اس صوبے میں جو بولیاں بولی جاتی ہیں ان میں ہندو اکثریت کی بولیاں بھوجپوری میتھلی اور ماگھی (بہاری) کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں مسلمانوں کی زبان اردو ہے۔ انتظامی کاروبار اور تعلیم کی زبان ہندی ہے۔
موجودہ دور میں بہار کی اقتصادی اہمیت بہت زیادہ ہو گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کوئلے کی کانیں اور لوہے کے بڑے بڑے صنعتی کارخانے اور مراکز ہیں۔
اس صوبے میں گرمی شدت سے پڑتی ہے اور جاڑا اعتدال سے ہے۔ یہاں کی پیداوار میں خاص طور پر چاول بہت زیادہ مشہور ہے۔ گندم، جو، باجرہ، پٹ سن اور گنا یہاں کی خاص پیداوار ہے۔

بھارت ہندوستان، انڈیا، ایشیا کا ایک ملک، جو ہندوستان کے ایک بڑے رقبے پر واقع ہے۔ اس کے شمال میں نیپال اور چین مشرق میں بنگلہ دیش، برما اور بھوٹان، جنوب میں بحر ہند اور مغرب میں پاکستان واقع ہے۔ ١٥ اگست ١٩٤٧ء کو وجود میں آیا اور ٢٦ جنوری ١٩٥٠ء کو ایک آزاد ریاست بنا۔ یہ مختلف صوبوں اور ریاستوں کا ایک مجموعہ ہے جسے انڈین یونین کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس کا کل رقبہ [illegible] مربع میل (٣٢٨٧٥٩٠ مربع کلومیٹر) اور آبادی تخمینہ ١٩٧٦ء میں ٥٩ کروڑ لگایا گیا۔

مسلم لیگ

دھلی کا اجلاس

ایک انداز ——

خطابت

—— یہ بھی تھا

شیخ علی احمد حرمین

*****

دھلی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہونے والا ہے رام لیلا میدان مسلمانان ھند کی جیتی جاگتی آرزوؤں کا اور تمناؤں کا مرکز بن گیا ہے کارکنوں کے جلسے نے شب و روز کی محنت سے اس جگہ جہاں خاک اڑتی تھی ایک چھوٹا سا شہر بسا دیا ہے جہاں بجلی کے قمقمے روشن ہیں ٹیلیفون کی گھنٹیاں بج رہی ہیں لوگوں کی وہ ریل پیل اور گھما گھمی ہے کہ لوگ چاندنی چوک اور کناٹ پلیس کو بھی بھول گئے ہیں اخباری نمائندوں کا سب سے بڑا اجتماع یہیں ہے ھندوستان بھر کے مسلم زعما یہیں نظر آتے ہیں دلچسپی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ حیدرآباد کے نواب بہادر اس جلسہ کو خطاب کرنے والے ہیں - دلی اردو زبان اور ادب کا گہوارہ - لال قلعہ کی فضاؤں میں سانس لینے والے - ناصر نذیر فراق اور خواجہ حسن نظامی کی زبان بولنے والے بہادر یار جنگ سے محبت نہ کرتے تو اور کسے چاہتے سخن سنج اور سخن آفرین اتفاق سے ایک جگہ جمع ہوگئے تھے ..... غالب اور ذوق کی روحوں نے بھی ایک اہتزاز محسوس کیا لوگ جوق در جوق جمع ہوئے ایسا ہجوم ہوا کہ دلی کی تاریخ میں ایسا اجتماع دیکھنے میں نہ آیا - رات کے بارہ بجے لیگ کا آخری اجلاس ختم ہوا تو قائد اعظم علیہ الرحمتہ نے اعلان فرمایا - اب نواب بہادر آپ کو مخاطب کریں گے اس اعلان کے ساتھ ہی قائد اعظم نے پیچھے مڑ کر دیکھا ایک رضاکار آپ کے قریب آیا پھر آہستہ سے آگے بڑھ کر اس نے میز پر سے گھڑی اور گھنٹی اٹھا لی یہ گویا اعلان تھا اس بات کا کہ وقت کی کوئی قید نہیں جب تک جی چاھے ~~داد~~ فصاحت دیجئے -

ھمیشہ حیدرآباد کی شیروانی میں ملبوس رہنے والے نے آج چست پاجامہ اور انگرکھا پہن رکھا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا نواب ~~[illegible]~~ خود بھی دلی دبستان اور ادب میں زبان کی لطافتوں سے سرشار ہونے کے لئے تیار ہوکر آئے تھے مائیکروفون کے آگے جب وہ پہنچے ہیں گوشہ نشین ایک گوشہ میں بیٹھے میاں بشیر احمد مدیر ھمایوں ان کے سراپے کا جائزہ لے رہے تھے ایک طرف نواب اسمعیل خان چودھری خلیق الزماں - نواب زادہ لیاقت علی خان جمع تھے ایک ~~سمت~~ خواجہ ناظم الدین - حسین شہید سہروردی - راجہ غضنفر علی خان اور نواب صدیق علی خان ٹکٹکی باندھے ان کی طرف دیکھ رہے تھے وہیں راجہ محمود آباد مولانا عبد الماجد دریاآبادی اور ڈاکٹر رضی ~~اللہ~~ صدیقی بھی موجود تھے - نواب مسکراتے ہوئے آئے اور اپنے مخصوص انداز میں قائد اعظم کو خطاب کر کر انہوں نے تقریر شروع کی

ایک انداز ———

خطابت

——— یہ بھی تھا

شیخ علی احمد حزمین

*****

دہلی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہونے والا ہے رام لیلا میدان مسلمانان ہند کی جیتی جاگتی آرزووں کا اور تمناوں کا مرکز بن گیا ہے کارکنوں کے جلسے نے شب و روز کی محنت سے اس جگہ جہاں خاک اڑتی تھی ایک چھوٹا سا شہر بسا دیا ہے جہاں بجلی کے قمقمے روشن ہیں ٹیلی فون کی گھنٹیاں بج رہی ہیں لوگوں کی وہ ریل پیل اور گہما گہمی ہے کہ لوگ چاندنی چوک اور کناٹ پلیس کو بھی بھول گئے ہیں اخباری نمائندوں کا سب سے بڑا اجتماع یہیں ہے ہندوستان بھر کے مسلم زعما یہیں نظر آتے ہیں دلچسپی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ حیدرآباد کے نواب بہادر اس جلسہ کو خطاب کرنے والے ہیں - دلی اردو زبان اور ادب کا گہوارہ - لال قلعہ کی فضاوں میں سانس لینے والے - ناصر - ندیر - فراق اور خواجہ حسن نظامی کی زبان بولنے والے بہادر یارجنگ سے محبت نہ کرتے تو اور کسے چاہتے سخن سنج اور سخن آفرین اتفاق سے ایک جگہ جمع ہو گئے تھے ••••• غالب اور ذوق کی روحوں نے بھی ایک اہتزاز محسوس کیا لوگ جوق در جوق جمع ہوئے ایسا ہجوم ہوا کہ دلی کی تاریخ میں ایسا اجتماع دیکھنے میں نہ آیا - رات کے بارہ بجے لیگ کا آخری اجلاس ختم ہوا تو قائد اعظم علیہ الرحمتہ نے اعلان فرمایا - اب نواب بہادر آپ کو مخاطب کریں گے اس اعلان کے ساتھ ہی قائد اعظم نے پیچھے مڑ کر دیکھا ایک رضاکار آپ کے قریب آیا پھر آہستہ سے آگے بڑھ کر اس نے میز پر سے گھڑی اور گھنٹی اٹھائی یہ گویا اعلان تھا اس بات کا کہ وقت کی کوئی قید نہیں جب تک جی چاہے دوران فصاحت دیجئے -

ہمیشہ حیدرآباد کی شیروانی میں ملبوس رہنے والے نے آج چست پاجامہ اور انگرکھا پہن رکھا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا نواب مرحوم خود بھی دلی دبستان اور ادب میں زبان کی لطافتوں سے سرشار ہونے کے لئے تیار ہو کر آئے تھے مائیکروفون کے آگے جب وہ پہنچے ہیں گوشہ نشین ایک گوشہ میں بیٹھے میاں بشیر احمد مدیر ہمایوں ان کے سراپے کا جائزہ لے رہے تھے ایک طرف نواب اسمعیل خاں چودھری خلیق الزماں - نوابزادہ لیاقت علیخان جمع تھے ایک سمت خواجہ ناظم الدین - حسین شہید سہروردی - راجہ غضنفر علی خان اور نواب صدیق علی خاں ٹکٹکی باندھے ان کی طرف دیکھ رہے تھے وہیں راجہ محمود آباد مولانا عبد الماجد دریاآبادی اور ڈاکٹر رضی الدین صدیقی بھی موجود تھے - نواب مسکراتے ہوئے آئے اور اپنے مخصوص انداز میں قائد اعظم کو خطاب کر کے انہوں نے تقریر شروع کی ساری تعریف اس خدائے قدیر و قیوم کو سزاوار ہے جس کا تخت عظمت و جلال ہمیشہ

سے آراستہ رہا ہے اور ہمیشہ آراستہ رہے گا جس کی بارگاہ ذوالجلال میں انہی افراد و قوموں نے جگہ پائی ہے جن کا عمل صالح رہا اور دہنکار دئیے گئے جو کچھ نہ کر کے سب کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ میاں بشیر احمد ایک مرتبہ سنبھل کر بیٹھ گئے۔ عبد الماجد دریا آبادی نے پہلو بدلا۔ دہلی والوں کے ذوق سماعت نے انگڑائیاں لینا شروع کیں لوگ ہمہ تن گوش ہو گئے۔ مجمع کو سانپ سونگھ گیا۔ قائد اعظم کی محویت بڑھنے لگی پھر سب بھی بھول گئے کہ وہ کہاں بیٹھے تھے اور کس لئے آئے تھے اور انہیں گھر جا کر کیا کرنا تھا یہ سحر خطابت تھا جس نے بشیر احمد سے وہ شہ پارہ لکھوایا ——— ایک ساقی اور ایک مطرب۔ نواب نے کتنی دیر تقریر کی کسی نے محسوس نہیں کیا وقت کا احساس جب ہوا جب دور کسی موذن نے آواز بلند کی "اللہ اکبر" نواب نے تقریر روک دی ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو گئے اذان کی آواز واضح ہو گئی بڑھتی گئی بڑھتی گئی یہاں تک کہ اس فرزند بلال نے لا الہ اللہ کی آخری بانگ پر اذان ختم کر دی نواب پھر گویا ہوئے۔

موذن مرحبا بروقت بولا

تیری آواز مکے اور مدینے

آپ کی تقریر میں کچھ اور رنگ تھا خلوص الفاظ میں سمٹ آیا تھا فقرے درد سے معمور تھے اور آواز کے زیر و بم میں سوز پنہاں امڈ آیا تھا سننے والے کے جذبات میں ایک طلاطم تھا ان کے قلب کا سوز سارے اجتماع پر تیرتا پھرتا تھا کہ مائیکرفون سے آواز بلند ہوئی جو مال کا ایثار نہیں کر سکتے وہ جانیں کیا دے سکیں گے اب جو مسلمانوں کی عملی کمزوری کا جائزہ شروع ہوا تو سب بھی محسوس کر رہے تھے جیسے انکے اپنے اعمال کا محاسبہ انہیں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رکھیں گا الفاظ تند و تیز نشتر کی دھار تھے جو دل پر گھاؤ کئے دے رہے تھے / قائد اعظم نے اس جلسہ کے اخراجات کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی اپیل کی تھی صرف چند ہزار روپے اس فنڈ سے جمع ہوئے تھے کارکنان جلسہ پریشان تھے کہ ان اخراجات کی پابجائی کس طرح ہوگی جلسہ شروع ہونے سے پہلے نواب صاحب قائد اعظم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ قائد اعظم نے مالی مشکلات کا ذکر چھیڑا نواب صاحب قائد اعظم کو متفکر دیکھ کر خاصے بے چین ہوئے انہوں نے قائد اعظم کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ اس نشست کے ختم ہونے پر آپ کی فکر کا یہ بار کم ہو جائیگا چنانچہ تقریر کی اس منزل پر صبح صادق کی روشنی میں جب نواب صاحب نے اس عنوان سے مسلمانوں کو جھنجھوڑنا شروع کیا تو اس ماحول میں کون تھا جو لٹنے کو ضمیر کی اس کشمکش میں پروانہ اترتا لوگ بے تحاشہ ڈائس کی طرف دوڑنے لگے جو کچھ جیبوں میں تھا نذر کیا یا کیا جسم پر جو کچھ مال و متاع تھا اسے اتارنے لگے عورتوں نے کانوں سے بالیاں اور ہاتھوں سے چوڑیاں اتار کر رکھ دیں قائد اعظم نے اعلان فرمایا ——— میں بخد لوں گا نقد کا جو شمار کیا گیا تو سوا لاکھ سے کچھ زیادہ رقم جمع ہو گئی تھی ایک مہینہ سے زعما ایک لاکھ کی اپیل لیکر گھر گھر دوڑتے رہے بات نہ بنی اور جب قدرت کو بات بنانی ٹھہری تو بہادر یار جنگ کو وہ قوت گویائی اور وہ اعجاز عطا فرمایا کہ لمحوں میں کام بن گیا۔

قائدِ ملت علیہ الرحمۃ

از: حضرت مولانا سید شاہ معین الدین حسینی چشتی رفیق مدظلہ

قائد ملت اعلی اللہ مقامہ کو انتقال فرما کر تو سال ہوگئے۔ اس عرصہ میں گویا ہر دن قیامت کا دن تھا۔ بے چین دل اور بے چین روحوں نے جس کرب و اضطراب کے ساتھ یہ مدت بسر کی ہے اس کا اظہار زبان و قلم سے بڑھ کر ممکن ہے محسوسات کو بیان کرنے میں کوئی جھجک نہیں ہوتی لیکن بعض محسوسات ایسے بھی ہیں جن کا بیان نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ موت اور پھر قائد ملت کی موت یا الہٰی توبہ یہ ماتم سخت بھی مقدر تھا! جس کی زندگی کے لئے لاکھوں زبانیں مصروف دعا تھیں جس کی عافیت کے لئے لاکھوں دل محو تمنا تھے جس کی ذرا سی تکلیف پوری قوم کو بے تاب کئے دیتی تھی جس کی ذرا سی مسرت پورے ملک کو مسرور بنا دیتی تھی۔ اِن بنانے کھیلنے لگائی تھی (؟) اچانک اور ہم گنہگار اور ناستی و ناچیز بندوں کے خیال ناقص میں بے وقت موت! حالانکہ قرآنی اعلان کے مطابق جب زندگی کا چراغ بجھنے لگتا ہے تو پھر ایک لمحہ کی تقدیم و تاخیر بھی نہیں ہو سکتی! قضا کا تیر اس دل میں پیوست ہو گیا جس میں ایک طرف خدا و رسول کا عشق تھا اور دوسری طرف امت مرحوم کا درد! ایسا دل بھی کسی کو نصیب ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی ساری سطوت و جبروت اور شان و شوکت کے ساتھ بھی اس دل کا حریف بن سکے یہ ممکن نہیں!! اس دل والے کا رنگ ہی کچھ اور ہے! صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ہر لحظہ ایک نیا جلوہ اور ایک نیا مشاہدہ! نور بصیرت کا مرکز اور علم نافع کا مخزن! خدمت قوم میں ہر وقت مشغول و منہمک ان کی مصروفیات کی ایک جھلک آپ بھی دیکھ لیجئے صبح ہوئی نماز، تلاوت، تفسیر، ارشاد سے فارغ ہوئے ناشتہ کیا اور تقریباً ساڑھے آٹھ بجے اپنی میز پر بیٹھ گئے۔ ملک و بیرون ملک کے اخبارات دیکھے اور پھر روزمرہ کا کام شروع ہوا ــــ ذاتی اغراض و منفعت کا کوئی سوال نہیں صرف ملک و قوم کا مفاد پیش نظر ہے۔ اس مقصد کی پیش رفت میں بڑی سے بڑی طاقت بھی مانع نہیں ہو سکتی۔ پوری پابندی [illegible] نظم و ضبط کے ساتھ کام ہو رہا ہے کاغذوں سے مقصد کی تنقیح ہو رہی ہے اور ضروری ہدایات دی جا رہی ہیں۔ سب اپنی اپنی جگہ مصروف ہیں۔ ان مصروفیتوں سے چند لمحوں کی فرصت پا کر بندگا

ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والا بندہ اپنے خدا سے مخاطب ہے! مضطرب دل اور اشکبار آنکھوں کی التجائیں قبول ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ بہادر خان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اثر انگیز اور نتیجہ خیز ہے!

جن لوگوں کو قائد ملت کا قرب نصیب ہوا ہے وہ ان کے خلوص اور سادگی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان ہی خصوصیات نے قائد ملت کو دوست احباب میں وہ مقام عطا کیا تھا جو دوسروں کو نہیں مل سکتا ان کے بڑے آدمی ہونے میں کیا شبہ ہے اس کے ساتھ خدا نے بزرگی اور عظمت کے سارے لوازم مہیا فرمائے تھے۔ ان کے احباب محسوس کرتے تھے کہ وہ کسی بلند مرتبہ شخصیت کے مصاحب نہیں بلکہ ایک انتہائی سادہ مزاج اور مخلص دوست کے ساتھی ہیں! ایسا دوست جس کی دوستی پر ہمیشہ فخر رہے گا۔

ایک بڑا اجتماع ہے ہر شخص کی آنکھیں قائد ملت پر لگی ہوئی ہیں کان ان کی تقریر سننے کے لئے بیتاب اور قلب و دماغ غور و فکر کے منتظر! لیجئے تقریر شروع ہوئی قد و قامت کی شان و شوکت اور چہرہ کی نورانیت کا یہ عالم کہ بس کوئی دیکھا کرے!

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

انداز خطابت میں اس غضب کی دلکشی جیسے گھنٹوں سنئے پھر بھی جی سیر نہ ہو، اہم ترین اور نازک مسائل کی توضیح و تشریح ہو رہی ہے اس قدر عام فہم طریقہ پر کہ معمولی فہم کا آدمی بھی محظوظ و متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

(باقی صفحہ پر ملاحظہ ہو)

بات میں بات پیدا کی مشکل سے مشکل رموز و نکات کو عام فہم کر کے رکھ دیے کوئی دماغ ایسا نہیں جو اس کو سمجھ نہ رہا ہو کوئی دل ایسا نہیں جو اس کو قبول نہ کر رہا ہو! انسانوں کے اس بحر ناپیدا کنار کا سکون دیدنی ہے، جدھر نگاہ دوڑائیے ایک عالم کیف و بیخودی نظر آئے گا۔ تقریر کیا ہے عالم، جاہل، سیاسی، مفکر، حاکم، حکیم، بڑے چھوٹے سب کے دل کی آواز ہے سب کے خیالات و احساسات کی ترجمانی اس خوبی اور کمال کے ساتھ ہو رہی ہے کہ صدائے تحسین و آفرین سے فضا گونج اٹھی! ایک ساحری اور جادوگری ہے قیادت کی کامیابی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ سننے والا ہر فرد کہہ اٹھے دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے!

رفقا و احباب کار کی جماعت میں رونق افروز ہیں، ہمارے ملک کی منتخب اور برگزیدہ ہستیاں جمع ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے گروہ کا امام اور سالار! قومی مسائل پر بحث و گفتگو ہو رہی ہے ظاہر یا بدیہی کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ضروری ہے علم، تجربہ، فراست، دانائی، دور اندیشی، مصلحت بینی سب کے جوہر کھلے جا رہے ہیں، قائد ملت کیا فرماتے ہیں! ضرورت ہے اسلامی سیاست کے بروئے کار لانے کی [illegible] ہی ہے سب عہد نبوت کی سیاست، خلافت راشدہ کی سیاست، اہل بیت اور صحابہؓ اور تابعینؒ کا اسوہ حسنہ، احادیث اور قرآن کی آیات غرض کوشش اس بات کی ہے کہ خدمت قوم میں کوئی لغزش نہ ہونے پائے اور صحیح سے صحیح تحریک و تجویز کی بنیاد قائم ہو سکے جو سیاست قرآنی ہو وہ اس سیاست کے نزدیک جنبش سیاست ہے۔ الحمد للہ قائد ملت نے مسکراتے ہوئے چہرہ، مطمئن قلب اور بے باک نگاہوں کے ساتھ لب کشائی کی۔ اکابر و رہنما تنقید و بحث کے لئے تیار تھے لیکن قائد ملت کی تحریک و تجویز میں کوئی خامی نظر نہ آئی زبانوں نے خراج تحسین ادا کیا اور دلوں نے دعائیں دیں! ملت اسلامیہ کی منزل مقصود کے نشان میل یوں نصب ہوتے گئے!

مجلس شوریٰ کے ایوانوں میں ملت کی ترجمانی ہو رہی ہے۔ مطالبات اور تجاویز پر مباحثہ ہو رہا ہے۔ قائد ملت کے پاس دلائل و براہین کی کیا کمی ہے ہر چیز اٹل اور ہر بات محکم! قائد ملت کی غور کردہ

قائد ملت علیہ الرحمۃ

از: حضرت مولانا سید شاہ معین الدین حسینی چشتی نیقی مدظلہ

قائد ملت اعلیٰ اللہ مقامہ کو انتقال فرمائے پورا سال ہوگیا۔ اس عرصہ میں گویا ہر دن قیامت کا دن تھا۔ بے چین دنوں اور بے چین راتوں سے جس کرب و اضطراب کے ساتھ یہ مدت بسر کی ہے اس کا اظہار زبان و قلم سے کیونکر ممکن ہے؟ محسوسات کو بیان کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوتی لیکن بعض محسوسات ایسے بھی ہیں جن کا بیان نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ موت اور پھر قائد ملت کی موت! یا الٰہی توبہ، یہ ماتم سخت بھی مقدر تھا! جس کی زندگی کے لئے لاکھوں زبانیں مصروف دعا تھیں جس کی عافیت کے لئے لاکھوں دل محو تمنا تھے جس کی ذراسی تکلیف پوری قوم کو بے تاب کئے دیتی تھی جس کی ذراسی مسرت پورے ملک کو مسرور و شادمان بنانے کیلئے کافی تھی اسکی اچانک اور ہم گنہگار اور فاسق و فاجر بندوں کے خیال و گمان میں بھی نہ تھی جیسے وقت موت! حالانکہ قرآنی اعلان کے مطابق جب زندگی کا چراغ بجھنے لگتا ہے تو پھر ایک لحظہ کی تقدیم و تاخیر بھی نہیں ہوسکتی! قضا کا تیر اس دل میں پیوست ہوگیا جس میں ایک طرف خدا و رسولؐ کا عشق تھا اور دوسری طرف امت مرحوم کا درد! ایسا دل بھی کسی کو نصیب ہوتا ہے کہ موت اپنی ساری سطوت و جبروت اور شان و شوکت کے ساتھ بھی اس دل کا حریف بن سکے یہ ممکن نہیں!! اس نگاہ کا رنگ ہی کچھ اور ہے! صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ہر لحظہ ایک نیا جلوہ اور ایک نیا مشاہدہ! نور بصیرت کا مرکز اور علم نافع کا مخزن، خدمت قوم میں ہر وقت مشغول و منہمک۔ ان کی مصروفیات کی ایک جھلک آپ بھی دیکھئے: صبح ہوئی نماز، تلاوت، تفسیر و ارشاد سے فارغ ہوئے ناشتہ کیا اور قریباً ساڑھے آٹھ بجے اپنی میز پر بیٹھ گئے۔ ملک و بیرون ملک کے اخبارات دیکھے اور پھر روزمرہ کا کام شروع ہوا۔ ذاتی اغراض و منفعت کا کوئی سوال نہیں صرف ملک و قوم کا مفاد پیش نظر ہے۔ اس مقصد کی پیش رفت میں بڑی سے بڑی طاقت بھی مانع نہیں ہوسکتی۔ پوری پابندی اور نظم و ضبط کے ساتھ کام ہو رہا ہے کارکنوں سے [illegible] کی تنقیح ہو رہی ہے اور نئی ہدایات دی جارہی ہیں۔ سب اپنی اپنی جگہ مصروف ہیں۔ ان ہنگاموں سے چند لمحوں کی فرصت پاکر بارگاہ ایزدی میں [illegible] دعا ہیں! قوم کی اہم اور نازک ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والا بندہ اپنے خدا سے مخاطب ہے! مضطرب دل اور اشکبار آنکھوں کی التجائیں قبول ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ بہادر خان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اثر انگیز اور نتیجہ خیز ہے!

جن لوگوں کو قائد ملت کا قرب نصیب ہوا ہے وہ ان کے خلوص اور سادگی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان ہی خصوصیات نے قائد ملت کو دوست احباب میں وہ مقام عطا کیا تھا جو دوسروں کو نہیں ملا۔ گو ان کے بڑے آدمی ہونے میں کیا شبہ ہے اس کے ساتھ خدا نے بزرگی اور عظمت کے سارے لوازم مہیا فرمائے تھے۔ ان کے احباب محسوس کرتے تھے کہ وہ کسی بلند مرتبہ شخصیت کے مصاحب نہیں بلکہ ایک انتہائی سادہ مزاج اور مخلص دوست کے ساتھی ہیں! ایسا دوست جس کی دوستی پر ہمیشہ فخر رہے گا۔

ایک بڑا اجتماع ہے ہر شخص کی آنکھیں قائد ملت پر لگی ہوئی ہیں کان ان کی تقریر سننے کے لئے بیتاب اور قلب و دماغ غور و فکر کے منتظر! دیکھئے تقریر شروع ہوئی قد و قامت کی شان و شوکت اور چہرہ کی نورانیت کا یہ عالم کہ بس کوئی دیکھا کرے!

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

انداز خطابت میں اس غضب کی دلکشی ہے گھنٹوں سنئے پھر بھی جی سیر نہ ہو۔ اہم ترین اور نازک مسائل کی توضیح و تشریح ہو رہی ہے اس قدر عام فہم طریقہ پر کہ معمولی فہم کا آدمی بھی محظوظ و متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

(باقی صفحہ پر ملاحظہ ہو)

بات میں بات پیدا کی، مشکل سے مشکل رموز و نکات لمحوں میں حل کر کے رکھ دیئے۔ کوئی دماغ ایسا نہیں جو اس کو [illegible] رہا ہو، کوئی دل ایسا نہیں جو اس کو قبول نہ کر رہا ہو! انسانوں کے اس بحر ناپیدا کنار کا سکون دیدنی ہے، جدھر نگاہ دوڑائیے ایک عالم کیف و بیخودی نظر آئے گا۔ تقریر کیا ہے عالم، جاہل، سیاسی، مفکر، حاکم، محکوم، بڑے چھوٹے سب کے دل کی آواز ہے۔ سب کے خیالات و احساسات کی ترجمانی اس خوبی اور کمال کیساتھ ہو رہی ہے کہ صدائے تحسین و آفرین سے فضا گونج اٹھی! ایک ساحری اور جادوگری ہے! تقریر کی کامیابی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ سننے والا ہر فرد کہہ اٹھے:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے!

[illegible] کارکنوں کی جماعت میں رونق افروز ہیں۔ سارے ملک کی منتخب اور برگزیدہ ہستیاں جمع ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے گروہ کا امام اور [illegible] قومی مسائل پر بحث و گفتگو ہو رہی ہے [illegible] کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ضروری ہے علم، تجربہ، فراست و [illegible] دور اندیشی و مصلحت بینی کے جوہر [illegible] رہے ہیں، قائد ملت [illegible] اسلامی سیاست کے [illegible] نبوت کی سیاست، خلافت راشدہ کی سیاست، اہل بیت اور صحابہ اور تابعین کا اسوہ حسنہ پھر حدیث و قرآن کی آیات، غرض [illegible] اس بات کی ہے کہ خدمت قوم میں کوئی لغزش نہ ہونے پائے اور صحیح سے صحیح تر تحریک و تجویز کی بنیاد قائم ہو کیونکہ جو سیاست قرآنی نہ ہو وہ اس سیاست کے نزدیک جہنمی سیاست ہے۔ الحمد للہ قائد ملت نے [illegible] کے ساتھ لب کشائی کی، بڑے بڑے تنقید و تبصرہ کے لئے تیار تھے لیکن قائد ملت کی تحریک و تجویز میں کوئی خامی نظر نہ آئی، [illegible] زبانوں نے خراج تحسین ادا کیا اور دلوں نے دعائیں دیں۔ ملت اسلامیہ کی منزل مقصود کے سنگ میل یوں نصب ہونے لگے!

مجلس [illegible] کے ایوانوں میں ملت کی ترجمانی ہو رہی ہے [illegible] مطالبات اور مجادلہ و مباحثہ ہو رہا ہے۔ قائد ملت کے پاس دلائل و براہین کی کیا کمی ہے ہر چیز [illegible] اور ہر بات محکم، قائد ملت کی غور کردہ

والے پورے مسلمانوں کی رائے ہے اس سے انحراف کیا جا سکتا ہے مگر اس کی تغلیط نہیں کی جا سکتی۔ قیادت نے اپنا حق ادا کر دیا۔ دیکھیں ارباب بصیرت کیا کرتے ہیں!

لیجئے! حیدرآباد کے قائد ملت اب مسلم ہندوستان کی قیادت کی باگیں سنبھال رہے ہیں پوری قوم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بہادر خاں عوام کا رہنما ہے جہاں جاتا ہے وہیں [illegible] ہوتی ہے۔ اندر تو اور قائد اعظم کو بھی ان کی ذات پر غیر معمولی اعتماد و اعتبار ہو گیا ہے۔ صوبہ برار میں غیر مسلم اقلیت نے غلبہ و اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ قائد اعظم کا ارشاد ہے کہ ملت اسلامیہ ہندیہ کے اس سواد اعظم کو فتح کرو ـــــ یہ فاتحانہ سپاہی لشکر جرار کے ساتھ نہیں بلکہ اعانت کردگار کے ساتھ چند ہی دنوں میں یہ علاقہ فتح کر کے واپس ہو جاتا ہے پھر کیا تھا سارے ہندوستان میں اس کی شجاعت و قابلیت کے ڈنکے بج گئے اور ہر محاذ پر اس کے رعب و جلال کا سکہ بیٹھ گیا! ہندوستانی مسلمانوں کے اہم اور عظیم اجتماعات میں بہادر خاں کی تقریریں جادو کا اثر رکھتی ہیں جو بات بڑے بڑے لیڈر عوام کے ذہن نشین نہ کرا سکے لسان ملت نے کس خوبی سے اس کی تفہیم کی! قائد اعظم کی تقریر کے بعد قائد ملت کی توضیح لازمی ہے۔ حیدرآباد ہو یا ہندوستان کا کوئی اور خطہ رونق بزم اور شمع محفل تو آپ کے قائد ملت ہیں! کامیابی اور کامرانی تو اس مجاہد کے لئے مقدر ہے!

اس کی زبان اس کے دل کی ترجمان احساس کا [illegible] ایزدی اور تعلیم نبوی کے منبع فیض سے مستفید! محمد عربیؐ کا ہندی خادم جو دنیا کی تمام ابلیسی قوتوں کے خلاف سرگرم جہاد رہا۔ صرف خدا کے نام اور اس کے پیام کی عظمت قائم کرنے کے لئے پیدا ہوا تھا وہ اپنے وطن کی چار دیواری میں محبوس و مقید رہ کر اپنے وسیع اور اس وسیع عالمگیر مقصد کی تکمیل کیسے کر سکتا؟ اس کی خداداد صلاحیتوں نے اپنے لئے وسیع سے وسیع تر میدان عمل تلاش کئے اور سب نے دیکھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس [illegible] کے دلوں میں ایک خاص اثر پیدا کر دیا! قائدین کی جماعت ہو یا عوام کی مجلس، حکومتوں کے ایوان ہوں یا رعایا کے غریب خانے، ہر جگہ اس کے چرچے تھے

تھا۔ دوستوں کی امیدوں کا سہارا، ان کی تمناؤں کا مرکز، ان کی عزت و ناموس کا پاسبان اور دشمنوں کے راستہ کا پتھر ان کے منصوبوں کی مخالفت کو [illegible] ان کے غرور و تکبر کو سرنگوں اور ان کی ہستی کو تباہ کرنے والا جس نے خدا اور مذہب کے مقابلہ میں دہریت اور لامذہبیت کی بنیادیں ہلا دیں جس کی عملی زندگی کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں کو نام کے مسلمان بنانے پر انتہا! کیسی مبارک ابتدا تھی اور کیسی مبارک انتہا ہے! ادعونی استجب لکم کا مظاہرہ دیکھنا تھا جب کہ اسلام کی تقویت و اشاعت کے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطابؓ کے مسلمان ہونے کی دعا فرمائی تھی اور ایفائے عہد کی دوسری جلوہ گری دیکھو کہ صدیوں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ خادم اقبالؒ کی دعاؤں کا نتیجہ بہادر خاں کی صورت میں ظہور پذیر ہوا! دانائے راز پر خدا کی رحمت! اس نے بڑی تڑپ کے ساتھ خدا سے ایک "رازدان" طلب کیا تھا کہ اس کے اسرار و رموز اقوام و ملل پر منکشف ہو جائیں! اس ترجمان حقیقت کو ایک تلمیذ رشید مل گیا جس نے عالم اسلام اور عالم انسانیت کی خدمت گذاری کا بیڑا اٹھایا اس نے دیکھتے ہی دیکھتے تحت الثریٰ میں پڑی ہوئی قوم کا دامن عرش کے پایہ سے باندھ دیا! اس کو اسرار خودی سے آشنا کیا۔ شاہین زادوں کو لذت پرواز عطا کی، عروج و ترقی کی تدبیریں سمجھائیں، آزادوں کو استحکام بخشا اور صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کی اب منزل متعین ہو چکی ہے۔ ضرورت تھی کہ راستہ کے نشیب و فراز سے آگاہ کیا جائے کارواں کی سلامتی میر کارواں کی دانائی پر منحصر ہے ٹھیک اس وقت جب کہ قافلہ سوئے منزل رواں تھا اس کے رہبر کو موت نے آلیا، ساری جماعت لٹ گئی، سارا انتظام درہم برہم ہو گیا۔ دکن کی بنجر زمین پہلے صرف ایک ہی تو گل تر کھلا تھا باد خزاں سے یہ نہ دیکھا گیا اب اس اجڑے ہوئے چمن میں رہ کیا گیا ہے جس نے ہزاروں سال رو رو کر ایک "دیدہ ور" پایا تھا سو وہ بھی نہ رہا!

بہادر خاں کا ساقی حرم پیر رومؒ کی مے سخن لنڈھاتا تھا لوگوں نے جب اس مے سخن کے بادہ خوار کی تقریریں سنیں تو بے اختیار کہہ اٹھے۔ یہ "لسان الامت" ہے! [illegible] بہادر خاں کہاں؟ یہ تو پیام کا مفسر تھا قوم جو اس کی تربیت یافتہ ہے ایک [illegible] کا شعور پیدا ہوا تو اس کو قائد ملت قرار دیا۔ مفسر کو "پیر ہند اقبالؒ" کے "مرد صادق"

راستہ کی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے انہوں نے علامہ جمال الدین افغانی سے استمداد کی جو اس میدان کے بہترین شہسوار تھے ـــ گرم جسد اور جگر سے واقف اور جہاں دیدہ سالار! شرق و غرب میں طلب اور فراست کا بڑا شہرہ تھا! قائد ملت مرحوم کے کارنامۂ حیات کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ دوسرا جمال الدین افغانی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ زندگی میں بھی یکتائیت اور موت میں بھی یکتائیت!

ملت سے جدا ہونے والے قائد! تجھ پر خدا کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں!

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے!
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے!

والے پورے مسلمانوں کی رائے ہے اس سے انحراف کیا جا سکتا ہے مگر اس کی تغلیط نہیں کی جا سکتی۔ قیادت نے اپنا حق ادا کر دیا۔ دیکھیں ارباب بست و کشاد کیا کرتے ہیں!

لیجیے! حیدرآباد کے قائد ملت اب مسلم ہندوستان کی قیادت کی باگیں سنبھال رہے ہیں پوری قوم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بہادر خان عوام کا رہنما ہے جہاں جاتے ہیں رہنما کی قدم بوسی ہوتی ہے۔ اور تو اور قائد اعظم کو بھی ان کی ذات پر غیر معمولی اعتماد و اعتبار ہو گیا ہے۔ صوبہ سرحد میں غیر مسلم اقلیت نے غلبہ و اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ قائد اعظم کا ارشاد ہے کہ ملت اسلامیہ ہند یہ سے اس محاذ اعظم کو فتح کرلے ـــــ یہ خانہ زادی سپاہی لشکر جرار کے ساتھ نہیں بلکہ اعانت کردگار کے ساتھ چند ہفتوں میں یہ علاقہ فتح کر کے واپس ہو جاتا ہے پھر کیا تھا سارے ہندوستان میں اس کی شجاعت و قابلیت کے ڈنکے بج گئے اور ہر محاذ پر اس کے رعب و جلال کا سکہ بیٹھ گیا! ہندوستانی مسلمانوں کے اہم اور عظیم اجتماعات میں بہادر خان کی تقریریں جادو کا اثر رکھتی ہیں جو بات بڑے بڑے لیڈر عوام کے ذہن نشین نہ کرا سکے لسان الامت نے کس خوبی سے اس کی تفہیم کی، قائد اعظم کی تقریر کے بعد قائد ملت کی توضیح ناگزیر ہے۔ حیدرآباد ہی نہیں ہندوستان کا کوئی اور خطہ رونق بزم اور شمع محفل ہو تو آپ کے قائد ملت میں! کامیابی اور کامرانی تو اس مجاہد کے لئے مقدر ہے!

اس کی زبان اس کے دل کی ترجمان اور اس کا دل منشائے ایزدی اور تعلیم نبوی کے منبع فیض سے مستفید! محمد عربیؐ کا ہندی خادم جو دنیا کی تمام ابلیسی قوتوں کے خلاف سرگرم جہاد رہا۔ صرف خدا کے نام اور اس کے پیام کی عظمت قائم کرنے کے لئے پیدا ہوا تھا وہ اپنے وطن کی چار دیواری میں محبوس و مقید رہ کر اپنے وسیع اور اس درجہ عالمگیر مقصد کی تکمیل کیسے کر سکتا اس کی خداداد صلاحیتوں نے اپنے لئے وسیع سے وسیع تر میدان عمل تلاش کئے اور سب نے دیکھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس [illegible] دلوں میں ایک خاص اثر پیدا کر دیا، قائدین کی جماعت ہو یا علماء کی مجلس، حکومتوں کے ایوان ہوں یا رعایا کے غریب خانے، ہر جگہ اس کے چرچے تھے ہر دل پر اس کی صداقت اور خلوص کا سکہ بیٹھا ہوا

ان کے غرور و تکبر کو سرنگوں اور ان کی ہستی کو تہس نہس کرنے والا جس نے خدا اور مذہب کے مقابلے میں دہریت اور لامذہبیت کی بنیادیں ہلا دیں! تعلیم سے اس کی عملی زندگی کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں کو دائمی مسلمان بننے پر اکسایا تھا! کیسی مبارک ابتدا تھی اور کیسی مبارک انتہا ہے! ادعونی استجب لکم کا مظاہرہ ہونا تھا جب کہ اسلام کی تقویت و اشاعت کے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر ابن الخطابؓ کے مسلمان ہونے کی دعا فرمائی تھی اور ایسا ہی عہد کی دوسری جلوہ گری دیکھو کہ صدیوں بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ خادم اقبالؒ کی دعاؤں کا نتیجہ بہادر خان کی صورت میں ظہور پذیر ہوا! دانائے راز پر خدا کی رحمت! اس نے بڑی تڑپ [illegible] کے بعد اپنے خدا سے ایک "راز دان" طلب کیا تھا کہ اس کے اسرار و رموز اقوام و ملل پر منکشف ہوتے جائیں! اس ترجمان حقیقت کو ایک تلمیذ رشید مل گیا جس نے عالم اسلام اور عالم انسانیت کی خدمت گذاری کا بیڑا اٹھایا اس نے دیکھتے ہی دیکھتے تحت الثریٰ میں پڑی ہوئی قوم کا دامن عرش کے پایہ سے باندھ دیا! اس کو اسرار خودی سے آشنا کیا۔ شاہین زادوں کو لذت پرواز عطا کی، عروج و ترقی کی تدبیریں سمجھائیں، ارادوں کو استحکام بخشا اور صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کی اب منزل متعین ہو چکی ہے، ضرورت تھی کہ راستہ کے نشیب و فراز سے آگاہ کیا جائے کارواں کی سلامتی میر کارواں کی دانائی پر منحصر ہے ٹھیک اس وقت جب کہ قافلہ سوئے منزل رواں تھا اس کے رہبر کو موت نے آلیا، ساری جماعت لٹ گئی، سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ دکن کی بنجر زمین پہلے دسمبر کے ایک ہی تو گل تر "کھلا تھا" باد خزاں سے وہ نہ دیکھا گیا اب اس اجڑے ہوئے چمن میں رہ کیا گیا ہے! جس نے ہزاروں سال رو رو کر ایک "دیدہ ور" پایا تھا سو وہ بھی نہ رہا!

بہادر خان کا ساقی مرحوم پیر رومیؒ کی مئے سخن لنڈھاتا تھا لوگوں نے جب اس مئے سخن کے بادہ خوار کی تقریریں سنیں تو بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ "لسان [illegible]" بہادر خان کا ہادی تو پیام کا مفسر تھا قوم جب اس کے [illegible] سے اکتساب فیض کا شعور پیدا ہوا تو اس کو "لسان الامت" قرار دیا۔ مختصر یہ کہ "پیر ہند اقبالؒ" کے "مرید صادق" بہادر خانؒ نے اپنے سے بلند مقامات طے کئے۔

اور جگہ سے واقف اور جہاندیدہ سالار! جیسے شرقی [illegible] میں الہیت اور فراست کا بڑا شیدائی تھا! قائد ملت مرحوم کے کارنامہ حیات کا جائزہ لیجیے تو معلوم ہوگا کہ دوسرا جمال الدین افغانی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ زندگی میں بھی یکتا رہے اور موت میں بھی یگانہ نیست!

ملت سے جدا ہونے والے قائد! تجھ پر خدا کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں!

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے!
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے!

اسے بہادر یار جنگ کے بعد کسی کی تقریر پسند نہ آئی

جلسہ گاہ پر [illegible] ایک ادھیڑ عمر [illegible] ابو [illegible] کا کہنا ہے [illegible] جس میں [illegible] ایک تصویر [illegible] نواب بہادر یار جنگ کی [illegible] ابو بکر کراچی [illegible] تحریک پاکستان کے جلسوں میں ہونے والے تمام جلسوں میں شرکت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس نے لیاقت علی خان، قائد اعظم [illegible] ظفر علی خان جیسے مقرریوں [illegible] سنا ہے [illegible] جلسوں کی [illegible] تقریریں سنی ہیں لیکن نواب بہادر یار جنگ کی تقریر سننے کے بعد اس کے بعد کسی کی تقریر پسند نہ آئی۔

ابو بکر نے [illegible] بتایا کہ ۱۹۴۳ء کو جب [illegible] مسلم لیگ کا [illegible] میں نے پہلی بار بہادر یار جنگ کو [illegible] انگریزی میں تقریر کی اور پھر نواب بہادر یار جنگ نے تقریر کی۔

ابو بکر کہتے ہیں [illegible] نے بولنا شروع کیا تو جیسے ان کی آواز کا جادو میرے [illegible] اور دماغ میں سرایت کر گیا ہو۔ مجھے بیٹھنے کی جگہ نہ ملی تھی کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ [illegible] گھنٹے گزر گئے اور جلسہ ختم ہو گیا اس کے بعد میرا دل کسی اور کی تقریر سننے کو نہ چاہا۔ اس نے بتایا [illegible] تقریر کے دوران جیسے ان [illegible] کبھی [illegible] اور کبھی جوش میں آ جاتے [illegible] جب وہ تقریر میں [illegible] الفاظ کہتے اس طرح [illegible] ادا کرتے [illegible] جیسے [illegible] جسم میں [illegible] کی کوئی [illegible]

چار سالہ بیٹے کی موت بھی انہیں بہادر یار جنگ کی تقریر سننے سے نہ روک سکی

[illegible]

[illegible]

مسلم لیگ کا اجلاس لاہور اور

بہادر یار جنگ کا تاریخ ساز کردار

تحریر: جناب احمد خان

بہادر یار جنگ کا تاریخ ساز کردار

تحریر: جناب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جہاد برپا یا جنگ = فکر اقبال کا پیکر

مولانا غلام محمد

بہادر یار جنگ

قرآن کی تعلیم و تبلیغ ان کی زندگی کا نصب العین تھا

ابو منظور شیخ احمد

[illegible]

[illegible]

میری تقریر یا جلسہ آرائی

اور ساری عمر کا مقصد

سوائے اس کے کچھ نہیں

کہ لوگ قرآن کو سمجھنے لگیں اور

اس پر عمل پیرا ہوں اگر مسلمان

نے اس کو چھوڑ دیا تو [illegible]

[illegible]

تبلیغ قرآن کے میدان میں جنگ کی ...

[illegible]